10

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

9 تا 15 مارچ 2006ء

www.tanzeem.org

بے حسی اور بے حمیتی کی انتہا!

اِس وقت جبکہ عالمی اسلام دشمن طاقتیں توہینِ رسالت کے گھٹیا ہتھکنڈوں کے ذریعے دنیا بھر کے مسلمانوں کی تذلیل و توہین پر تلی ہوئی ہیں، مسلمانوں کے دل بری طرح زخمی اور دینی جذبات شدید طور پر مجروح ہیں اور پوری دنیا میں مسلمان احتجاجی مظاہروں کے ذریعے اپنے رنج و غم کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان حالات میں ہندوانہ تہوار بسنت کو رنگا رنگ انداز میں منانے کی خاطر پتنگ بازی میں مزید پانچ دن کی توسیع حاصل کرنے کے لیے حکومت پنجاب کا سپریم کورٹ کو درخواست دینا، ابلیس اور اس کے پیروکاروں کو خوش کرنے اور روحِ محمد ﷺ و غلامانِ مصطفیٰ کو تڑپانے کے مترادف ہے۔

ہماری درخواست ہے کہ حکومت پنجاب اللہ کے غضب کو دعوت دینے سے گریز کرے اور بسنت منانے کی بجائے

اجتماعی توبہ اور اللہ کے ساتھ عہدِ وفا کی تجدید کا دن

منانے کا اعلان کرے

تاکہ اللہ کی رحمت اور نصرت ہمارے شامل حال ہو جائے اور ہم اس کی مدد سے اسلام دشمن طاقتوں اور ان کی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں۔

تنظیم اسلامی، 67۔ اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور
فون: 6366638 - 6316638

تنظیم اسلامی پاکستان کی طرف سے ملک کے دو ممتاز قومی روزناموں کے نام بغرض اشاعت بھیجے گئے اشتہار کی عبارت جسے روزنامہ ''نوائے وقت'' نے جزوی ترمیم کے ساتھ شائع کیا اور روزنامہ ''جنگ'' نے چھاپنے سے انکار کر دیا۔ (ادارہ)

اس شمارے میں

آزمودہ را آزمودن جہل است
امت مسلمہ کی زبوں حالی
ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے
ڈاکٹر حسن ترابی
جب ہر لمحہ قیامت گزر رہی تھی!
یادوں کی تسبیح (24)
......انسانیت کا قاتل
تفہیم المسائل
عالم اسلام
دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (224)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء (آیات 105 تا 107)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿١٠٥﴾ وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿١٠٧﴾﴾

''(اے پیغمبر) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات کے فیصلے کرو۔ اور (دیکھو) دغابازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا۔ اور اللہ سے بخشش مانگنا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو لوگ اپنے ہم جنسوں کی خیانت کرتے ہیں اُن کی طرف سے بحث نہ کرنا کیونکہ اللہ خائن اور مرتکب جرائم کو دوست نہیں رکھتا۔''

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے کہ اے نبی ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے حق کے ساتھ، تاکہ آپؐ لوگوں کے مابین فیصلے کریں (انصاف کے ساتھ) اور اُس چیز کے ساتھ جو اللہ نے آپؐ کو دکھائی۔ کتاب اور قانون کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اعلیٰ درجہ کی بصیرت عطا فرمائی تھی۔ ایک جج جب فیصلہ کرتا ہے تو اُس کے سامنے مقدمے کی فائل‘ شہادتیں‘ گواہیاں اور دلائل ہوتے ہیں مگر اس کے علاوہ اُس کی اپنی چھٹی حس، ذہانت و بصیرت اور قوت فیصلہ بھی ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ فیصلہ کرتا ہے۔ گویا‘ اے نبی ﷺ آپؐ بھی کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرتے وقت اپنی خداداد بصیرت سے کام لیں۔

اے پیغمبر! آپؐ خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑیں۔ یہ خائن منافق تھے‘ جو مسلمانوں کے روپ میں اُس معاشرے میں موجود تھے۔ اِس کے پس منظر میں ایک خاص واقعہ ہے۔ ایک منافق نے ایک مسلمان کے گھر نقب لگائی اور وہاں سے آٹے کا ایک تھیلا اور کچھ اسلحہ چُرا لے گیا۔ آٹے کے تھیلے میں کوئی سوراخ تھا۔ سارا راستہ تھوڑا تھوڑا آٹا گرتا رہا۔ منافق یہ آٹا پہلے اپنے گھر لے گیا اور پھر ایک یہودی کے ہاں جا کر امانت کے طور پر رکھوا دیا۔ صبح جب چوری کا پتہ چلا تو تلاش شروع ہوئی۔ کھوج لگایا گیا تو آٹے کے نشانات منافق کے گھر تک موجود تھے۔ اُس کے گھر کی تلاشی لی گئی تو آٹا نہ ملا۔ منافق نے بھی واویلا مچا دیا کہ میں چور نہیں‘ مجھ پر خواہ مخواہ کا الزام لگایا گیا ہے۔ مزید تفتیش ہوئی تو آٹا گرنے کے نشانات یہودی کے گھر تک پہنچ گئے پھر اُس یہودی کے ہاں سے آٹے کا تھیلا برآمد بھی ہو گیا۔ چنانچہ یہودی کو چور سمجھا گیا۔ یہودی نے کہا کہ میں چور نہیں‘ یہ آٹا تو اس شخص نے میرے ہاں امانت رکھوایا تھا۔ اب یہ مقدمہ حضور ﷺ کے پاس لے جایا گیا۔ چونکہ چوری کا مال یہودی کے پاس سے برآمد ہوا تھا کچھ اس وجہ سے اور پھر اس بنا پر بھی کہ ہو سکتا ہے یہودی نے جان بوجھ کر یہ مال لاتے وقت منافق کے گھر کا راستہ اختیار کیا ہو‘ تاکہ اُسے مشکوک ٹھہرایا جا سکے‘ رسول اللہ ﷺ کا دل بھی اس منافق کے حق میں پسیجنے لگا۔ مزید برآں منافق تو مسلمان کے بھیس میں تھا اور اُس کے خاندان اور قبیلے کے لوگ بھی واویلا مچا رہے تھے کہ یہ چور نہیں ہے بلکہ چور تو وہ ہے جس کے ہاں سے مال برآمد ہوا ہے۔ اس پر یہ آیات اتریں اور فرمایا گیا کہ آپؐ مت جھگڑیئے ان لوگوں کی طرف سے جنہوں نے اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کی ہے اور یہ جو آپؐ کی طبیعت میں منافق کے حق میں نرم گوشہ پیدا ہو گیا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجئے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ بے ایمانیاں، حرام خوریاں اور نافرمانیاں عام ہیں۔ مگر اِن کے خاتمے کی کسی کو بھی فکر نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خیانت اور بددیانتی کے کلچر کے خاتمے کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔

فرمانِ نبویؐ

تکبّر سے بری کون؟

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِيْءٌ مِّنَ الْكِبْرِ)) (شعب الایمان للبیهقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''سلام میں پہل کرنے والا تکبّر سے بری ہے۔''

تشریح: سلام میں پہل کرنا اس بات کی علامت اور دلیل ہے کہ اس بندے کے دل میں تکبّر نہیں ہے‘ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سلام میں پہل کرنا تکبر کا علاج ہے جو بدترین رذیلہ ہے، جس پر احادیث میں عذابِ نار کی وعید ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

آزمودہ را آزمودن جہل است

امریکہ کے صدر بش جنوبی ایشیا کا دورہ مکمل کر کے بخیر و عافیت واپس امریکہ پہنچ گئے ہیں۔ یکم مارچ سے چار مارچ تک انہوں نے افغانستان‘ بھارت اور پاکستان کا دورہ کیا۔ اس دورہ کے دوران پاکستان اور افغانستان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ ہوا جبکہ بھارت کے ساتھ بہت سے معاہدوں پر دستخط ہوئے۔ ان میں سے ایک معاہدہ سویلین جوہری توانائی کے میدان میں ہوا۔ دونوں ممالک میں چونکہ مستحکم جمہوری نظام ہے لہٰذا اس معاہدے کی توثیق ان کی پارلیمنٹ کریں گی۔ اگر یہ معاہدہ تمام مراحل طے کر کے حتمی صورت اختیار کر گیا تو جنوبی ایشیا کا مستقبل اس کے ماضی سے مکمل طور پر مختلف ہو گا۔ یہ معاہدہ اقوام متحدہ کے متعین کردہ اصولوں کی صریح خلاف ورزی ہے کیونکہ بھارت نے N.P.T پر دستخط نہیں کیے ہوئے۔ یہ معاہدہ کر کے دونوں ممالک نے ایک دوسرے کی طرف بڑھنے کے لیے ایک ایسی لانگ جمپ لگائی ہے جس کی ماضی قریب کی سفارتی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ امریکی کانگریس کو کم از کم اپنے پانچ قوانین میں ردّوبدل کرنا پڑے گا تاکہ معاہدے کی حتمی منظوری دی جا سکے۔ ادھر بھارت اس معاہدے سے کتنے ہی اقتصادی اور عسکری فوائد حاصل کیوں نہ کر لے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اُس نے نہرو کے غیر جانبداری اور غیر وابستگی کے فلسفہ کو تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ اور ان اصولوں کی واضح خلاف ورزی کی گئی ہے جو خارجہ پالیسی کے حوالہ سے آزادی کے بعد طے کیے گئے تھے۔

امریکہ کے ساتھ تعلقات اور دوستی کے حوالہ سے بھارت اس وقت اس مقام سے کہیں آگے ہے جہاں ہم پچاس کی دہائی میں سیٹو اور سینٹو پر دستخط کر کے کھڑے تھے‘ لیکن اصل قابل غور نکتہ یہ ہے کہ پچاس کی دہائی میں دنیا دو سپر پاورز کے درمیان تقسیم تھی‘ ایک ہماری ہمسایہ اور دوسری سات سمندر پار۔ ہم بغلی سپر پاور سوویت یونین سے بغلگیر ہونے کی بجائے سات سمندر پار امریکہ کی گود میں جا بیٹھے جبکہ بھارت نے غیر جانبداری کا بہروپ بھر کر دونوں سپر پاورز سے فوائد حاصل کیے۔ اگرچہ اس کا کسی قدر جھکاؤ قریبی سپر پاور سوویت یونین کی طرف نسبتاً زیادہ رہا لیکن سوویت یونین کی ٹوٹ پھوٹ اور امریکہ کے واحد سپر پاور بننے کے بعد بھارت نے ایک ہرجائی محبوب کی طرح روس سے آنکھیں پھیر لی ہیں کہ آج ملک کے مفاد کا یہی تقاضا ہے۔ چانکیائی سیاست کبھی گالی ہوگی‘ آج عین حکمت ہے۔ دونوں ممالک نے اس دورے سے پہلے میڈیا کو جان بوجھ کر یہ تاثر دیا تھا کہ سویلین جوہری توانائی کا یہ معاہدہ شاید نہ طے پا سکے۔ ایسا ظاہر کیا گیا جیسے بش کے دورۂ بھارت تک دستاویزی اعتبار سے بھی یہ معاہدہ مکمل کرنا مشکل ہوگا۔

گزشتہ ہفتہ ان سطور میں ہم نے عرض کی تھی کہ جنگ عظیم کے بعد جب امریکہ نے ایک سپر پاور کی حیثیت سے اپنا لوہا منوالیا تو سپریم پاور بننے اور اپنی اس حیثیت کو دوام دینے کے لیے اس نے ایک سہ نکاتی لائحہ عمل تیار کیا:

(1) سوویت یونین کے حصے بخرے کر کے اس کی مدمقابل سپر پاور کی حیثیت ختم کر دی جائے۔

(2) ریڈیکل اور بنیاد پرست اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ مذہب فرد کا ذاتی معاملہ ہو‘ اس کا ریاست‘ اجتماعیت اور نظام زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو۔

(3) زرد تہذیب بڑی جاندار ہے‘ لوگ بڑی محنتی اور جفاکش ہیں‘ امریکہ کی سپریم حیثیت کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اُسے ختم کرنے کی نہیں محدود کرنے کی ضرورت ہے۔

ہماری رائے میں امریکہ اپنے اس پروگرام میں پچاس فیصد کامیاب ہو چکا ہے۔ سوویت یونین کے حصے بخرے ہو گئے۔ مسلمان ممالک کے تمام حکمران الا ماشاء اللہ ریڈیکل اور بنیاد پرست اسلام کا تیاپانچا کرنے کے لیے اپنی خدمات بڑھ چڑھ کر پیش کر رہے ہیں‘ البتہ مسلمانوں میں امریکہ کے خلاف نفرت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ اس نفرت کو قوت سے ختم کر دینے اور زرد تہذیب کو محصور کرنے کے لیے اب امریکہ اپنی قوت کا مرکز گلف اور مشرق وسطیٰ سے جنوبی ایشیا میں منتقل کر رہا ہے۔ اس منتقلی میں ایران سے نمٹنے کا معاملہ قطعی طور پر متاثر نہیں ہو گا۔ عراق کی تباہی کے بعد اسرائیل اس پوزیشن میں آ چکا ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں من مانی

باقی صفحہ 14 پر

تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 9 تا 15 مارچ 2006ء — 8 تا 14 صفر المظفر 1427ھ — شمارہ 10

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 10 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

پندرھویں غزل

(بالِ جبریل، حصّہ دوم)

خودی کی شوخی و تندی میں کبر و ناز نہیں ۔۔۔ جو ناز ہو بھی' تو بے لذّتِ نیاز نہیں
نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے! ۔۔۔ شکارِ مردہ سزاوارِ شاہباز نہیں
مری نوا میں نہیں ہے ادائے محبوبی ۔۔۔ کہ بانگِ صورِ سرافیل دل نواز نہیں
سوالِ مے نہ کروں ساقیِ فرنگ سے مَیں ۔۔۔ کہ یہ طریقۂ رندانِ پاکباز نہیں
ہوئی نہ عام جہاں میں کبھی حکومتِ عشق ۔۔۔ سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں
اک اضطرابِ مسلسل غیاب ہو' کہ حضور! ۔۔۔ میں خود کہوں تو مری داستاں دراز نہیں
اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبورِ عجم ۔۔۔ فغانِ نیم شبی بے نوائے راز نہیں

1۔ جولوگ بارگاہِ سلطانی کے مقرّب ہوتے ہیں' وہ اس احساس کی بدولت کہ بادشاہ ہمیں عزیز رکھتا ہے' گستاخ اور تیز مزاج ہوتے ہیں اور اُن کی گستاخی میں تکبّر و ناز کا رنگ جھلکتا ہے' لیکن اللہ کے محبوب بندے' جو شانِ فقر کی بدولت اس مقام پر فائز ہوتے ہیں' اگر کبھی بہ تقاضائے بشریت اُن سے شوخی' گستاخی اور تند مزاجی کا اظہار ہوتا ہے تو اُس میں تکبّر اور ناز کا رنگ نہیں پایا جاتا' اور اگر کبھی یہ رنگ پایا بھی جاتا ہے تو اس طرح کہ اس میں نیاز و عاجزی کا رنگ بھی شامل ہوتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ مقربین بارگاہ ایزدی' خواہ کتنے ہی بلند مقام پر کیوں نہ پہنچ جائیں اُن کے اندر غرور پیدا نہیں ہوتا' وہ ہمیشہ اللہ کے سامنے سرِ نیاز خم کیے رہتے ہیں اور ہر وقت توبہ استغفار کرتے رہتے ہیں۔

2۔ جس طرح شہباز اور شاہین کسی مردہ پرند کی طرف متوجہ نہیں ہوتے' ہمیشہ زندہ پرندوں کا شکار کرتے ہیں۔ اسی طرح عشق بھی اس دل کو اپنا مسکن بناتا ہے جو زندہ ہو' یعنی اللہ کے عشق میں وہی شخص سرشار ہوسکتا ہے جس نے سرکارِ دو عالم کی غلامی کی بدولت اپنے دل کو زندہ (پاکیزہ) کرلیا ہو۔

3۔ میری شاعری میں ادائے محبوبیت نہیں ہے' اس لیے کہ میں تو مردوں کو زندہ کرنا چاہتا ہوں اور سب جانتے ہیں کہ صورِ اسرافیل سے جو آواز نکلے گی' وہ دلکش تو نہیں ہو گی۔ یعنی میں شاعری نہیں کرتا' بلکہ قوم کو بیدار کرنا چاہتا ہوں۔

4۔ میں مغربی تہذیب سے ہمیشہ اجتناب کروں گا۔ کیونکہ مغربی تہذیب مادی' غیر اسلامی اور ناپاک ہے' اور رندانِ پاکباز یعنی مسلمان کبھی کسی ناپاک چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

5۔ دنیا میں اللہ کے عاشق ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں۔ کسی زمانے میں بھی اُن کی کثرت نہیں ہوتی' اس کی وجہ یہ ہے کہ عاشق زمانہ ساز اور ضمیر فروش نہیں ہوسکتا۔ وہ اپنے مقررہ اصولوں پر چلتا ہے۔ لوگوں کی دنیاداری کے ساتھ موافقت نہیں کرسکتا اور ایسے لوگ ہمیشہ بہت کم ہوتے ہیں جو اصول کے لیے دنیاوی عزت و جاہ اور مال و دولت سب کو ترک کرسکیں' اس لیے حکومتِ عشق عام نہیں ہوسکتی۔

6۔ ممکن ہے' دوسرے لوگ میری داستان بیان کریں تو بہت طول پیدا کریں' لیکن میں خود صرف ایک لفظ میں اپنی عاشقی کی داستان بیان کرسکتا ہوں' اور وہ یہ ہے کہ جب مجھے اس کی حضوری نصیب ہوتی ہے' اُس وقت بھی اضطراب ہوتا ہے' اور جب میں اُس کے سامنے نہیں ہوتا' اُس وقت بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ یعنی میری عاشقی محض ایک مسلسل اضطراب ہے۔

واضح ہو کہ عاشقی نام ہی اضطراب اور بے چینی کا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عاشق' معشوق کو اپنے اندر جذب کرلینا چاہتا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ معشوق میرے اندر سما جائے' اور چونکہ یہ ناممکن ہے' اس لیے وہ ہمیشہ مضطرب رہتا ہے۔ ناممکن اس لیے کہ غیر محدود (خدا) محدود (انسان) میں کیسے سما سکتا ہے؟ پس عشقِ حقیقی' مسلسل اضطراب کا دوسرا نام ہے۔ اسی کو اقبال نے اپنے ایک اور شعر میں "سوختنِ ناتمام" سے تعبیر کیا ہے:

تو نہ شناسی ہنوز' شوق بمیرد ز وصل
چیست حیاتِ دوام؟ سوختنِ ناتمام

7۔ اے مخاطب! اگر تو زندگی کے حقائق کا شعور حاصل کرنا چاہتا ہے' اگر تیرے اندر معرفت کا ذوق ہے تو خلوت میں "زبورِ عجم" کا مطالعہ کر' کیونکہ میں نے اپنی اس تصنیف میں فلسفہ اور تصوف' علم اور حکمت' دانش و عرفان کے بہت سے اسرار اور رموز بیان کیے ہیں۔

منبر و محراب

توہین رسالت ﷺ پر مبنی خاکوں کی اشاعت اور

امت مسلمہ کی زبوں حالی

اسباب اور علاج

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں‘ امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 3 مارچ 2006ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

موضوع سے متعلقہ آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا‘ حضرات! توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف آج عالم اسلام میں یوم احتجاج منایا جا رہا ہے۔ یہ انتہائی مستحسن بات ہے کہ مسلمانوں میں بیداری آ رہی ہے اور وہ اپنے غم وغصہ اور جذبات کا اظہار کر رہے ہیں۔ دفاتر‘ ادارے اور کاروباری مراکز بند ہیں۔ کہیں جلوس اور ریلیاں بھی نکلیں گی۔ زبان سے بھی غم وغصہ کا اظہار ہوگا۔ اجتماعات جمعہ میں بھی یہ موضوع زیر بحث آئے گا۔ بلاشبہ اس جسارت پر لوگوں کے دل زخمی ہیں اور وہ کچھ کر گزرنے کے لیے بے تاب ہیں۔

اگرچہ یہ احتجاج ضرور ہونا چاہیے کہ یہ شیطانی حرکت کے خلاف اپنی نفرت کے اظہار ہی کی ایک صورت ہے‘ تاہم غور طلب بات یہ ہے کہ کیا یوم احتجاج منانے سے یا احتجاجی جلوس نکالنے سے ہمارا مقصود حاصل ہو جائے گا؟ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس کے نتیجے میں اسلام دشمن طاقتیں امریکہ اور یورپ آئندہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور جارحانہ اقدامات سے باز آ جائیں گی تو یہ محض خام خیالی ہے۔ صرف احتجاجات سے ان کی پالیسی میں کوئی بنیادی فرق واقع نہیں ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا تو امریکہ عراق پر ہرگز حملہ نہ کرتا‘ کیونکہ چند سال پہلے جب اس نے عراق پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو یورپ میں اس کے خلاف لاکھوں کے احتجاجی مظاہرے ہوئے تھے‘ مگر امریکہ کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ وہ اپنے ناپاک عزائم سے باز نہ آیا اور عراق کے خلاف ننگی جارحیت کا ارتکاب کیا۔ اندریں حالات سوچنے کی بات یہ ہے کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور قبل ازیں امریکہ کے زیر انتظام جیلوں میں قرآن حکیم کی بے حرمتی کے جو واقعات ہوئے ہیں‘ اس طرح کے واقعات آخر کیوں ہو رہے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ انتہائی ہتک آمیز سلوک ہو یا رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخی‘ اس سے اللہ کی عظمت یا رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ آسمان پر تھوکنے والا آسمان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس کی حرکت کا وبال تو خود اسی پر آئے گا۔ البتہ اس ناپاک جسارت سے اعدائے اسلام کا خبث باطن اور شیطانی عزائم ظاہر ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے عالم اسلام کو یہ واضح پیغام دیا ہے کہ ہمارے نزدیک دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی حیثیت پر کاہ برابر بھی نہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ جسارت اصل میں ہم مسلمانوں کی رسوائی کا مظہر ہے جو زمین پر اللہ کے نمائندے‘ دین حق کے علمبردار اور نبی آخر الزماں محبوب رب العالمین کے اُمتی ہیں۔ ذرا سوچئے! اللہ تعالیٰ کا تو یہ وعدہ تھا کہ

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

(آل عمران)

”اور تم ہی غالب ہو گے اگر مومن ہوئے تو“

یعنی اگر تم ایمان پر استقامت دکھاؤ‘ اس کے عملی تقاضوں کو پورا کرو‘ دین و شریعت پر عمل کرو‘ قرآن حکیم کو مضبوطی سے تھامو‘ تو بالآخر غلبہ اور سربلندی تمہارا ہی مقدر ٹھہرے گی‘ اور دنیا کی کوئی طاقت بھی تم پر غالب نہیں آ سکے گی۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی پورا کیا ہے‘ اُس وقت جبکہ اپنے دور کی دو سپر پاورز روم اور ایران بیک وقت اسلام کی مد مقابل تھیں‘ مگر کیا ہوا؟ دنیا نے دیکھا کہ حرارت ایمانی کے اسلحہ سے لیس چند ہزار جلیل القدر صحابہ کرامؓ ریگزار عرب سے آندھی بن کر نکلے اور دنیا پر چھا گئے۔

> **انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت ہی کامیابی اور ترقی و کمال کا راستہ ہے‘ ورنہ اللہ سے تعلق توڑ کر ہمیں کہیں بھی عزت و وقار نہیں ملے گا**

دیکھتے ہی دیکھتے سلطنت فارس کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اور سلطنت روم کا بھی ایک بڑا حصہ اُن کے زیر نگیں آ گیا۔

پس اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جب بھی مسلمان اللہ کے وفادار ہوں گے تو اس کی نصرت اور تائید انہیں ضرور حاصل ہو گی۔ وہی غالب اور سربلند ہوں گے اور کوئی بھی طاقت میلی آنکھ سے انہیں نہیں دیکھ سکے گی۔ ظاہر ہے جس امت یا قوم کی پشت پر اللہ کی قوت ہو جو کائنات کی عظیم ترین قوت ہے‘ اسے کون گزند پہنچا سکتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ سربلندی کے وعدۂ خداوندی کے باوجود آج مسلمان ذلیل و رسوا کیوں ہیں

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

اس سوال کا جواب واضح ہے‘ اور وہ یہ کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان سے سربلندی کا وعدہ ہے‘ مگر اس کے لیے ایمان کی پختگی ضروری ہے اور یہ بات بھی یاد رہے کہ اس وعدہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے سابقہ امت مسلمہ بنی اسرائیل کی تاریخ کی جھلکیاں بھی قرآن حکیم میں پیش کی ہیں تاکہ مسلمان ان سے عبرت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی تھی‘ لیکن جب ان کی بداعمالیاں اور نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں تو ان پر ذلت و مسکنت کا عذاب نازل کیا گیا۔ ہمیں بھی بتا دیا گیا کہ مسلمانو اگر تم نے بھی یہی کچھ کیا تو تمہیں بھی ذلت و مسکنت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آج اُمت مسلمہ بحیثیت مجموعی جس زبوں حالی‘ پستی اور انحطاط کا شکار ہے‘ اس کی وجہ اسلام کی روشن تعلیمات سے روگردانی‘ شریعت سے انحراف اور ایمانی تقاضوں کو فراموش کر دینا ہے۔ اگر ہم اپنے ملک کے حالات کے تناظر میں دیکھیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہماری پستی انتہاؤں کو چھو رہی ہے۔ ہمارے فیصلے عالمی استعمار کی خواہشات اور عزائم کے تابع ہیں۔ ہماری تمام پالیسیاں امریکہ ڈکٹیشن کے مطابق ترتیب دی جاتی ہیں۔ آج امریکی صدر بش آ رہے ہیں‘ اب پھر کچھ نئے شاہی فرمان جاری ہوں گے۔ بظاہر میڈیا کو ایسا بیان دیا جائے گا جس میں نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں مشرف کے اقدامات کی تعریف ہو گی‘ لیکن در پردہ کہا جائے گا کہ تم اب بھی دہشت گردوں کی مدد کر رہے ہو‘ اس سے رک جاؤ۔ اور اپنی وفاداری کے ثبوت کے لیے مزید اقدامات اور پیش رفت کرو۔ اگر تم اپنے آپ کو قابل اعتبار بنانا چاہتے ہو تو ہم تمہیں یہ اہداف دیتے ہیں‘ ان کو پورا کر کے دکھاؤ۔ یہ صورتحال اس حقیقت کی عکاسی کر رہی ہے کہ ہم امریکہ کے غلام بن چکے ہیں۔ خودداری اور جرأت کے فقدان کے سبب ہم اپنی آزاد مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتے‘ مگر امریکہ ہے کہ پھر بھی ہم سے راضی نہیں ہو رہا۔

میرا یہ حال بوٹ کی ٹو چاٹتا ہوں میں
ان کا یہ حکم دیکھ میرے فرش پر نہ رینگ

امت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی کی خبر نبی اکرم ﷺ نے ہمیں پہلے ہی دے دی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب غیر مسلم قومیں تمہاری سرکوبی کے لیے ایک دوسرے کو بلائیں گی اور (پھر وہ سب مل جل کر) دھاوا بول دیں گی جیسا کہ بہت سے کھانے والے افراد ایک دوسرے کو بلا کر دسترخوان پر

ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ایک آدمی نے عرض کیا: حضور! کیا اس وقت ہماری تعداد تھوڑی ہوگی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ اس وقت تم تعداد میں بہت کثیر ہوگے لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے کوڑا کرکٹ اور جھاگ سے زیادہ نہ ہوگی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوگا کہ دشمن قوموں کے دل سے تمہارا رعب ختم ہو جائے گا اور تمہارے دل ''وَھن'' کا شکار ہو جائیں گے۔ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! ''وَھن'' کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔

حقیقت یہ ہے کہ آج ہم امریکہ کے غلام بن چکے ہیں۔ جرأت اور خودداری کے فقدان کے سبب ہم اپنی آزاد مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتے' مگر امریکہ ہے کہ پھر بھی ہم سے ''ناخوش'' ہے

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے واضح فرما دیا کہ مسلمانوں کی پستی کا اصل سبب کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپؐ نے اپنی امت کو بتا دیا کہ جب تم اللہ کے دین اور اس کی کتاب کو چھوڑ کر دنیاداری اور زرپرستی میں مبتلا ہو جاؤ گے' جیسے غیر مسلم اقوام دنیاداری میں مست اور مگن ہوتی ہیں' تب تمہیں ''وَھن'' کا مرض لاحق ہو جائے گا اور تم بزدل ہو جاؤ گے۔ تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور تم دنیا کے لیے نرم چارہ اور تر نوالہ بن جاؤ گے۔

آیئے! دیکھیں منبع رشد و ہدایت قرآن حکیم میں مسلمان قوموں کی ذلت و رسوائی کی کون سی بنیادی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا......(٨٥)﴾

''یہ کیا بات ہے کہ تم اللہ کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کیے دیتے ہو۔ تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو۔''

اس آیت میں اگرچہ خطاب بنی اسرائیل سے ہے مگر ہمیں بھی تنبیہہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم نے یہ روش اختیار کی تو تمہیں بھی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس آیت میں یہودیوں کا یہ جرم بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ یہاں انکار سے مراد قولی انکار نہیں' بلکہ عملی انکار ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل نے کبھی بھی اپنی شریعت یا کتاب تورات کا انکار نہیں کیا۔ مگر ان کی یہ روش تھی کہ وہ شریعت کے بعض احکامات جو انہیں پسند تھے' کی تعمیل کرتے تھے اور بعض احکامات سے یکسر روگردانی کرتے تھے۔ آج ہمارا بھی بعینہٖ یہی حال ہے۔ ہم نے شریعت کی کچھ باتیں تو مان لی ہیں مگر کچھ احکام کو مستقلاً زندگی سے خارج کر دیا ہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں' حج اور عمرہ کر لیتے ہیں لیکن جب معاشرت میں نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کو اختیار کرنے کی بات آتی ہے تو اسلامی طرز معاشرت کو بالکل ہی فراموش کر دیتے ہیں۔ اسلام کی روشن تعلیمات کو اختیار کرنے کی بجائے مغربی ثقافت کی نقالی کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں اور روشن خیالی کے لیے اسے ہی معیار قرار دیتے ہیں۔ اسی مغربی کلچر کے لیے حکومتی سطح پر بھی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ الغرض تہذیبی حوالے سے آج مغربی دنیا ہی ہمارا قبلہ بن چکی ہے۔ بقول اقبال ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

یہی معاملہ معیشت کا ہے۔ حلال و حرام کی پروا کیے بغیر دولت کمانا ہمارا مقصود بن چکا ہے۔ سودخوری ہماری رگ رگ میں سرایت کر چکی ہے اور ڈھٹائی سے کہا جا رہا ہے کہ ہم سود سے نہیں رک سکتے کیونکہ اس کے بغیر ہماری معیشت نہیں چل سکتی۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر ہمارا یہ طرز عمل اس بات کا غماز ہے کہ ہم نے بھی بنی اسرائیل کی مانند دین کے حصے بخرے کر دیئے ہیں' ہماری ذلت و رسوائی اسی کی سزا ہے۔

اسی طرح سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ......(٦١)﴾

''اور ذلت و مسکنت ان سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔''

اس کی وجہ کیا تھی؟ آگے اُسے بھی کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (٦١)﴾

''یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور (اس کے) نبیوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے (یعنی) یہ اس لیے کہ نافرمانی کیے جاتے اور حد سے بڑھتے جاتے تھے۔''

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ یہودی آیات الٰہیہ کا قولی انکار نہیں کرتے تھے بلکہ عملاً اس سے روگردانی کرتے تھے۔ آج ہم لوگوں نے بھی قرآن حکیم سے بے اعتنائی کی روش اپنا رکھی ہے۔ بنی اسرائیل قتل انبیاء کے گھناؤنے جرم کے مرتکب تھے اور آج ہمارا حال بھی یہ ہے کہ ہم نے بھی علماء حق کی مخالفت اور انہیں منظر عام سے ہٹانے کو اپنا وطیرہ بنا لیا ہے۔ وہ اللہ کی نافرمانی میں حد سے گزر جانے والے تھے' تو آج وہ کون سا جرم ہے اور کون سی نافرمانی ہے جو ہم سے نہیں ہو رہی۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے

پریس ریلیز

3 مارچ 2006ء

عالم اسلام تمام تر کمزوریوں کے باوجود توہین رسالتؐ کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا

حافظ عاکف سعید

مغرب میں توہین رسالتؐ پر مبنی خاکوں کی اشاعت پر عالم اسلام کے متفقہ یوم احتجاج کے موقع پر امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ الحمد للہ خاکوں کے ردعمل میں تمام عالم اسلام اپنے تمام تر اندرونی اختلافات کو بھلا کر متحد ہو چکا ہے۔ ہمیں پرامن احتجاج کے ذریعے پوری دنیا پر واضح کر دینا چاہیے کہ عالم اسلام کی تمام تر کمزوریوں کے باوجود کوئی مسلمان سید المرسلین و النبیین، احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کی توہین کو کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا۔ البتہ اس موقع پر ہر مسلمان کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اہل مغرب کو یہ گستاخانہ جرأت کہیں اس بناء پر تو نہیں ہوئی کہ ہم نے بحیثیت امت، محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کو چھوڑ کر اللہ سے بغاوت کی روش اختیار کی ہوئی ہے۔ ہم میں سے ہر شخص کو خود اپنا جائزہ لینا چاہیے اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا چاہیے اور آئندہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات اور سنت رسول ﷺ کے تابع کر کے اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کے لیے اجتماعی جدوجہد میں شامل ہو جانا چاہیے۔ اللہ کی مدد کے حصول کا یہ وہ یقینی راستہ ہے جس کی طرف قرآن حکیم ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اس جدوجہد کے نتیجے میں اگر ایک بار دنیا کے کسی خطے میں یہ نظام قائم ہو جائے تو اسلام کا اصل چہرہ اور اسلامی نظام کی برکات عملی طور پر دنیا کے سامنے آ جائیں گی اور مسلمان دنیا میں پھر سے وہ عالمی طاقت بن جائیں گے کہ کسی دشمن دین کے لیے مسلمانوں پر انگلی اٹھانے کا موقع نہیں رہے گا۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

کہ جن جرائم کی پاداش میں بنی اسرائیل پر ذلت و مسکنت مسلط کی گئی انہی جرائم کا ارتکاب کر کے ہم سزا سے بچ جائیں گے۔

سورۃ المائدہ میں بھی بنی اسرائیل پر عذاب کا تذکرہ کیا گیا اور اس کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ فرمایا' بنی اسرائیل پر لعنت کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کی تھی اور شریعت کو بھلا بیٹھے تھے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ ...... (۱۳)﴾

"تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا۔ یہ لوگ کلمات (کتاب) کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور جن باتوں کی اُن کو نصیحت کی گئی تھی اُن کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے۔"

وہ عہد جس کو توڑنے کی وجہ سے بنی اسرائیل پر لعنت کی گئی' کوئی مخصوص عہد نہ تھا' بلکہ کوئی بھی امت جسے اللہ تعالیٰ شریعت عطا فرمائے وہ اس عہد کی پابند ہو جاتی ہے کہ وہ شریعت کی اس نعمتِ عظمیٰ کو اختیار کرے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسی کی پیروی کرے۔ یہ عہد اللہ تعالیٰ نے ہم سے بھی کیا ہوا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ہماری نجی زندگی اور حیات اجتماعی اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق بسر ہو۔ ہمارے فیصلے کتاب و شریعت کے مطابق ہوں اور اگر ہم ایسا نہ کریں بلکہ اس کے برعکس طرزِ عمل اختیار کریں تو اس پر سخت تنبیہہ کی گئی ہے۔ فرمایا:

یہ کیونکر ممکن ہے کہ جن جرائم کے مرتکب ہو کر بنی اسرائیل عذاب سے دوچار ہوئے' اُن کا ارتکاب کر کے ہم عذاب سے بچ جائیں گے

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (۴۴) ...... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۴۵) ...... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۴۷)﴾

"یعنی جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلے نہ کریں تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں...... ایسے ہی لوگ ظالم ہیں...... ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔"

امت مسلمہ کے موجودہ زبوں حالی سے نکلنے کی صورت رجوع الی اللہ ہے۔ اس کا اولین تقاضا ہے کہ انفرادی سطح پر ہم ہی سے ہر شخص جائزہ لے کہ اس سے کہاں کہاں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے۔ زندگی کا کون سا پہلو اللہ کی اطاعت سے خارج ہے۔ پھر وہ سچی توبہ کرے اور عہد کرے کہ اے اللہ میں آئندہ پورے دین پر عمل کروں گا۔ وہ پختہ عزم کر کے مغرب کی ننگی ثقافت' بے حیا تہذیب اور مادر پدر آزاد معاشرت کو ترک کر دے اور اللہ کے نبی ﷺ کے اسوۂ زندگی کو دستورِ حیات بنا لے۔ انفرادی زندگی میں اصلاحِ احوال کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی میں پائے جانے والے بگاڑ کو دور کرنے کے لیے بھی جدوجہد ضروری ہے۔ چنانچہ لازم ہے کہ مسلمان اللہ کے دین کے غلبہ اور ظالمانہ باطل نظام کے خاتمہ کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ اُس کے لیے تن من دھن کی قربانی دیں کہ یہی دین کا تقاضا ہے اور وقت کی آواز بھی۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت ہی کامیابی و کامرانی' ترقی و کمال اور سربلندی کا راستہ ہے۔ اسی صورت میں اللہ کی نصرت حاصل ہو گی ورنہ اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ کر ہمیں کہیں بھی عزت و وقار نہیں ملے گا۔

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

شرمندہ اپنے آپ سے ہے اُمتِ رسول ﷺ

شمائلہ مظفر

صد حیف ہاتھ پر دھرے ہم ہاتھ رہ گئے
صد حیف دشمنوں کا دیئے ساتھ رہ گئے
صد حیف ہم نہ کر سکے حفاظتِ رسولؐ
شرمندہ اپنے آپ سے ہے امت رسول ﷺ

اسوہ کو ہم نے اُنؐ کے جو تھاما نہ زور سے
اور حکمِ رب کو بھی کبھی مانا نہ زور سے
چھوڑا خدا کو اور گئے ہم نبیؐ کو بھول
شرمندہ اپنے آپ سے ہے امت رسول ﷺ

ہم اپنے دیں کی کوئی بھی خدمت نہ کر سکے
اور حرمتِ نبی ﷺ کی حفاظت نہ کر سکے
باطل کی جسارت مگر پھر بھی نہیں قبول
شرمندہ اپنے آپ سے ہے امت رسول ﷺ

ہم نے جب اپنے آپ کو بیچارہ کر دیا
اور جذبۂ جہاد کو ناکارہ کر دیا
ماتھے پہ اپنے جم نہ سکی جب جہد کی دھول
شرمندہ اپنے آپ سے ہے امت رسول ﷺ

غیروں کے آگے ہاتھ کھڑے باندھتے رہے
اور اپنے بھائیوں کے گلے کاٹتے رہے
دنیا میں رہ کے دیں کو جو سمجھے ہیں ہم فضول
شرمندہ اپنے آپ سے ہے امت رسول ﷺ

وہ آن بان، شوکتِ ایماں چلی گئی
ہم پر سے آج رحمتِ رحماں چلی گئی
اب کیا کریں جو رحمتِ رب کا ہو پھر نزول؟
شرمندہ اپنے آپ سے ہے امت رسول ﷺ

ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

کامران بن زاہد اعوان

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ برائی کو ہاتھ سے روکو، اگر ہمت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو اسے دل سے برا جانو، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

عالمِ کفر متحد ہو کر امتِ مسلمہ کی کردار کشی کا سامان اس قدر سرعت و چابک دستی سے کر رہا ہے کہ اب مسلمانوں کی نسل کشی کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔ ہر شعبۂ حیات میں غیر مسلموں کا اثر و رسوخ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ سکہ حکومت کی نشانی ہوتا ہے، اور عالمِ تمام میں کفر کا سکہ رائج ہے۔ نظامِ تعلیم، نظامِ تجارت، نظامِ حکومت، نظامِ عدل حتیٰ کہ کوئی بھی نظام ان کی دسترس سے محفوظ نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا عملاً کفار کے زیرِ اثر ہے۔ زبان کسی بھی قوم کے رسم و رواج، روایات، نظریات اور آزادی کی امین ہوتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ عالمی زبان فرنگیوں کی قرار پائی ہے بلکہ کئی مسلم ممالک کو بھی یہی زبان اختیار کرنے کو کہا جا رہا ہے جن میں ترکی سرِ فہرست ہے۔ کیا یہ امتِ مسلمہ کا المیہ نہیں کہ ایک زمانے میں عالمی طور پر سمجھی جانی والی زبان عربی سے بے اعتنائی اختیار کی جا رہی ہے۔

صومالیہ میں ہم مقہور، فلسطین میں ہم مجبور، کشمیر میں ہم مقتول، افغانستان میں ہم محروم، عراق میں ہم محکوم، بوسنیا میں ہم مظلوم، اور پھر بھی.......... برائی کو طاقت سے روکنے والے ......اپنا حق مانگنے والے دہشت گرد قرار دیئے گئے ہیں۔

''ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست'' کا نعرہ بلند کرنے والوں کی شجاعت و قربانیوں کا اس سے بڑا اور کیا مذاق ہو گا کہ ہمیں اپنی ہی سرزمین پر زندگی کی ہر نئی ساعت کے لیے عزتِ نفس کی نئی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے......وجہ......؟ وجہ صرف یہی ہے کہ صیہونی اور نصرانی طاقتور ہیں۔ تو کیا اس مسئلے کا حل صرف طاقتور کی بات مان لینے میں ہے؟ 'ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں' کے مصداق اور انڈے یا بچے دینے والے 'شیر' کے سامنے پسپائی ہی قرینِ حیات ہے۔ کیا ہم تاریخ اسلامی میں غیرت، حمیت، خودی، عزتِ نفس، آبرو، ناموس، شجاعت، بہادری، جانبازی، قربانی، ایثار، مزاحمت، پنجہ آزمائی، معرکہ آرائی، جاں نثاری، وفا شعاری، محبت، سربلندی، استقامت' اور شہادت جیسے کتنے ہی الفاظ کو بے غیرتی، بے حمیتی، بزدلی، پسپائی، کم ہمتی، بے آبروئی، ذلت، رسوائی، جگ ہنسائی، ضمیر فروشی، سپر اندازی، ہزیمت، شکست اور حرام موت جیسے الفاظ سے بدل دیں؟

ہمارے بس میں کچھ نہیں۔ یہ مسئلے حل ہونے والے نہیں۔ یہ حکومتِ وقت کا فرض ہے۔ اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑے گا۔ دیکھو اور انتظار کرو۔ تیل دیکھو، تیل کی دھار دیکھو......اپنی جگہ بجا لیکن بے پناہ تعاون اور لامحدود مصلحت کیشی کے باوجود کیا کوئی لمحہ ایسا بھی آتا ہے جب انسان کے لیے ایک ثانیے کی زندگی بھی عذاب بن جاتی ہے اور وہ ذلت کی اگلی سانس کا انتظار کیے بغیر 'ہر چہ بادا باد' کہہ دیتا ہے۔ کیا قوموں کی زندگی میں ایسی فیصلہ کن گھڑی کبھی نہیں آتی؟ 'ہم اندرونی اور بیرونی سازشوں کا شکار ہیں' بھی بجا! مگر ایک ساعت رکیے! کیا کبھی مضبوط قوموں کے خلاف بھی سازشیں کامیاب ہوئی ہیں؟ کیا سچ کا پرچم بھی کبھی سرنگوں ہوا ہے؟ کیا رزمِ حق و باطل میں نصیبِ حق کو کبھی شکست ہوئی ہے؟

ملی اتحاد، شعور و آگہی، فہم و ادراک، قومی احساس، قومی المیوں کی بات کرنے والوں کو جذباتیت سے مغلوب احمقوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ برائی کو دل سے برا جاننے والے بنیاد

ہمیں اُس کے احکام ماننے پر مجبور کیا جا رہا ہے جس نے زمین کوئی کا گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جہاں انسانیت سوز داستانیں رقم نہ کی ہوں

پرست، اپنے اسلاف سے محبت کرنے والے یاسیت زدہ، اقدار پرست اور قدامت پسند ٹھہرے ہیں!

درختِ جاں پہ عذاب رت تھی نہ برگ آئے نہ پھول آئے
بہارِ وادی سے جو بھی پنچھی اِدھر کو آئے ملول آئے
وہ ساری خوشیاں جو اس نے چاہیں اٹھا کے جھولی میں اپنی رکھ لیں
ہمارے حصے میں عذر آئے، جواز آئے، اصول آئے

جس کے اپنے ملک میں روزانہ ایک کروڑ تیس لاکھ بچے رات کو بھوکے سوتے ہوں، وہ دوسروں کی معیشتیں مضبوط اور معیارِ زندگی بلند کرنے چلا ہے۔ جس کی اپنی دو ریاستیں 'کرپشن کے دس بڑوں' میں سرِ فہرست ہوں، وہ باقی دنیا کے کرپٹ حکمرانوں کا بوریا بستر گول کرنے کی فکر میں شب روز پریشان ہے۔ کیا مذاق ہے! ہمیں اس کے احکام ماننے پر مجبور کیا جا رہا ہے جس نے 'ایک اچھی دنیا' کے لئے خطہ ارضی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جہاں اس نے انسانیت سوز داستانیں رقم نہ کی ہوں۔ جہاں منگولوں کی روحیں بھی کانپ نہ اٹھیں ہوں، قلم ہچکیاں لینے لگتا ہے۔ ترکی، ایران، یونان، ویتنام، مصر، لبنان، انڈونیشیا، لیبیا، لائبیریا، کویت، صومالیہ، البانیہ، سوڈان، بوسنیا، افغانستان، عراق، یمن، مقدونیہ......اور نہ جانے کتنے......!!

ایک خاص درجۂ حرارت پر گلیشیر بھی پگھلنے لگتے ہیں، ایک خاص نقطہ پر برف کا پانی بھی کھولنے لگتا ہے۔ کیا ابھی ہماری بے حسی کیلئے، ہمارے لئے کوئی ایسا درجہ ابال، کوئی ایسا نقطۂ کھولاؤ باقی ہے یا اب بھی آگ کے الاؤ کے باوجود ہمارا لہو برفاب کی طرح ٹھنڈا رہے گا۔ کیا اب بھی برف کے تودے کو پسینہ آنے کے لیے سورج کا سوا نیزے پر آنا ناگزیر ہے؟ کیا قوم کے جذبہ و احساس اور ملکی و ملی مفاد کی نگہبانی کیلئے فرشتے نازل ہوں گے؟ کیا برائی سے چشم پوشی توہینِ خودی نہیں ہے؟ کیا ظلم سہنے سے ظالم کی حمایت نہیں ہوتی؟ بقول مظفر وارثی

کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعزازِ سخن
ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

اگر آپ کا جواب اب بھی 'ہاں' میں ہے تو...... مجھے نہ تو کچھ کہنا ہے اور......شاید......نہ کچھ کہنے کا حق ہے۔ لیکن اگر آپ کا جواب 'نہیں' ہے تو اٹھیے، ہمت سے کام لیجئے اور کم سے کم برائی کو دل سے ہی برا جانئے' یہ تیسرا درجۂ ایمان ہے۔ اس چنگاری کو سینوں میں دہکائیے' اسے غیرت و حمیت کی ہوا دیجیے یہاں تک کہ وہ شعلہ بن جائے۔ پھر اسے اپنے حلقہ یاراں میں یا مجلسوں میں موضوعِ گفتگو بنائیے' یہ ایمان کا دوسرا درجہ ہوگا۔ اسی شعلے کو جذبہ ایمان کا ایندھن دیجیے۔ خدا سے اس کی رضا اور توفیق طلب کیجیے' صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق' حق اور باطل میں تفریق کی توفیق' حق کو حق کہنے کی توفیق۔ خدا نے چاہا تو یہ شعلہ رفتہ رفتہ الاؤ بن جائے گا اور ہم برائی کو طاقت کے زور سے بھی روکنے کے قابل ہو جائیں گے۔ یہ منزل کی طرف پہلا باضابطہ قدم ہو گا ......اور منزل کا حصول ......اسلامی مملکت کا قیام......اسلام کی نشاۃ ثانیہ......اگرچہ بہت کٹھن ہے مگر' ناممکن نہیں

تنظیم اسلامی انہی نظریات کی حامل خوددار جانبازوں کی تنظیم ہے جو قوم' نسل' رنگ' زبان' تہذیب' اور فرقوں سے بالاتر ہو کر مسلمان ہیں اور صرف مسلمان۔ برائی چاہے سماجی ہو یا قومی' معاشرتی ہو یا اخلاقی اسے ہر سطح پر بُرا جانیئے' صرف اور صرف مسلمان بن جایئے۔ آپ کا تعلق خواہ کسی بھی شعبۂ زندگی سے ہے اور اگر آپ اوپر بیان کی گئی باتوں سے اتفاق کرتے ہیں تو اس تحریر کو تنظیم اسلامی میں اعزازی رکنیت کا دعوت نامہ سمجھے اور بلا خوف و جھجک مرکز تنظیم سے رابطہ کیجئے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

ڈاکٹر حسن ترابی

سید قاسم محمود

حسن ترابی اور سوڈان ایک دوسرے کی شناخت ہیں، جیسے جڑواں بچے۔ فوجی آمریت ہو یا مہدیوں کی مصلحت آمیز حکومت، جمہوریت کی بالادستی کی جنگ ہو یا نفاذِ اسلام کا مقدمہ، ہر جگہ اور ہر مسئلے میں ڈاکٹر حسن ترابی مرکزی کردار ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حسن عبداللہ ترابی 1932ء میں مشرقی سوڈان کے ایک قصبے کسالہ کے ایک معزز دینی و علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ علاقے کے لوگوں میں آپ کا خاندان مفتیوں اور صوفیوں کے نام سے مشہور تھا۔ آپ کے والد شیخ عبداللہ ترابی اسلامی قانون اور فقہ کے ممتاز عالم اور صوبے کی سب سے بڑی عدالت کے جج تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ گھر پر حسن ترابی نے عربی ادب، فقہ، علم الکلام، تفسیر اور حدیث وغیرہ علوم کی تعلیم حاصل کی، جبکہ زمانے کے رواج کے مطابق آپ نے جدید مغربی علوم کی تحصیل مختلف سرکاری اداروں میں کی۔ فارغ اوقات میں آپ کی والدہ بھی آپ کی تعلیم و تربیت میں حصہ لیتی رہیں۔ آپ کی شخصیت میں گہرا دینی رنگ نظر آتا ہے، یہ والدین کی کوششوں کا ثمر ہے۔

1953ء میں آپ خرطوم یونیورسٹی کے شعبۂ قانون کے طالب علم تھے کہ الاخوان المسلمون کے رہنماؤں حسن البناء شہید، سید قطب شہید اور جسٹس عبدالقادر عودہ کی تحریریں نظر سے گزریں۔ ان دانش وروں کی تحریروں کا آپ نے گہرا اثر لیا۔ آپ کی شخصیت کی تشکیل میں والدین کے علاوہ اخوانی رہنماؤں کی تحریروں نے مرکزی کردار ادا کیا۔ اُس وقت مصر میں الاخوان المسلمون اور جمال عبدالناصر کی باہمی کشمکش کا آغاز ہو چکا تھا۔ 1955ء میں آپ نے قانون کی ڈگری حاصل کی اور اُسی سال اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے برطانیہ چلے گئے۔ برطانیہ کے قیام کے دوران میں آپ نے ''سوڈانی سٹوڈنٹس یونین'' نامی ایک تنظیم کی بنیاد رکھی۔ آپ اس تنظیم کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ 1957ء میں آپ برطانیہ سے ایل ایل ایم کی ڈگری لے کر واپس سوڈان آئے اور خرطوم یونیورسٹی میں قانون کے لیکچرر مقرر ہوئے۔ دو سال بعد آپ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے فرانس چلے گئے۔ فرانس کی سوربن یونیورسٹی سے آپ نے 1962ء میں ''ہنگامی قانون سازی'' کے موضوع پر مقالہ تحریر کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور وطن واپس لوٹے۔ حکومت نے آپ کی غیر معمولی قابلیت اور اعلیٰ تعلیم کے پیشِ نظر آپ کو اسی شعبے کا ڈین مقرر کیا۔

سوڈان میں اُن دنوں جنرل ابراہیم عبود کی حکومت تھی جو وزیراعظم عبداللہ الخلیل کے ساتھ سازش کر کے اقتدار پر آیا تھا۔ عوام میں جنرل کے خلاف نفرت کے جذبات پائے جاتے تھے۔ جنرل عبود کی پشت پر البتہ فوج کی طاقت موجود تھی۔ حسن ترابی الاخوان المسلمون سے ذہنی و فکری وابستگی کے باوجود ابھی عملی سیاست میں سرگرم نہیں ہوئے تھے۔ آپ کی توجہ طلبہ کو منظم کرنے پر لگی ہوئی تھی۔ جس بات نے حسن ترابی کو یونیورسٹی کے پُرسکون ماحول سے نکال کر سیاست کی ہنگامہ خیز زندگی میں دھکیلا، وہ جنوبی سوڈان کا مسئلہ تھا جو حکمرانوں کی بدتدبیری کے سبب بتدریج الجھتا جا رہا تھا۔ جنوبی سوڈان کے عیسائی بار بار صوبائی خودمختاری کا مسئلہ بڑی شدومد سے اٹھا رہے تھے۔ حکومت اِس مسئلے کا سیاسی حل ڈھونڈنے کی بجائے تحریک کو تشدد سے دبانا چاہتی تھی۔ جنرل ابراہیم عبود اگرچہ جنوبی سوڈان کے مسئلے کے حل کے لیے نت نئی تجاویز پر عمل کر رہا تھا لیکن حالات خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے تھے۔ حالات کی بہتری کے لیے حکومت نے ایک مذاکرے کا انتظام کیا جس میں سوڈانی دانشوروں اور سیاست دانوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ حسن ترابی کو شعبۂ قانون کے ڈین کی حیثیت سے مذاکرے میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ حکومت کا خیال تھا کہ یونیورسٹی کے اساتذہ اور دیگر دانش ور جنوبی سوڈان کے مسئلے پر حکومت کے موقف کی تائید کریں گے، لیکن یہاں تو بساط ہی الٹ گئی۔ ڈاکٹر پروفیسر حسن ترابی نے اپنی تقریر میں سوڈان میں خانہ جنگی ختم کرانے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اگر چند اصلاحات نافذ کر دی جائیں تو جنوبی سوڈان کا مسئلہ بخوبی حل ہو سکتا ہے۔ انہوں نے جو اصلاحات تجویز کیں، وہ یہ تھیں:

1۔ عوام کے بنیادی حقوق بحال کیے جائیں۔
2۔ تحریر و تقریر پر جو پابندیاں عائد ہیں، انہیں ختم کیا جائے۔
3۔ سیاسی مقدمات واپس لیے جائیں اور فوجی عقوبت خانوں میں تفتیش کا طریقہ ختم کیا جائے۔
4۔ منتخب پارلیمنٹ کا قیام عمل میں لایا جائے۔
5۔ جنوبی سوڈان کو خودمختاری دی جائے۔ صوبوں کے پاس تعلیم، صحت، پولیس اور سماجی بہبود کے محکمے ہوں۔
6۔ جنوبی سوڈان کو مزید فنڈز مہیا کیے جائیں۔

ڈاکٹر حسن ترابی نے اپنی تقریر کے آخر میں کہا: ''اس سلسلے کا پہلا قدم یہ اٹھانا چاہیے کہ فوج اقتدار سے الگ ہو جائے۔''

آپ کی تقریر جنرل ابراہیم عبود اور اُس کی حکومت کے خلاف بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوئی۔ اس سے اُن عناصر کو تقویت ملی جو فوجی حکومت کو ملک کے مفاد کے لیے زہر قاتل سمجھتے تھے۔ چنانچہ قوم نے اُسی سال جنرل عبود کو حکومت چھوڑنے پر مجبور کر دیا، اور یوں سوڈان میں پارلیمانی زندگی کا دوبارہ آغاز ہوا۔ اب آپ کی کوششوں سے دائیں بازو کی اسلامی تحریکوں کا ایک نیا محاذ ''محاذ اسلامی منشور'' کے نام سے وجود میں آیا۔ محاذ کے قیام کا مقصد سوڈان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے منظم تحریک چلانا تھا۔ عبود کے حکومت کے چھوڑنے پر عبوری دور کے لیے خاتم الخلیفہ کو صدر بنایا گیا۔ خاتم الخلیفہ نے وعدے کے مطابق عام انتخابات منعقد کرا کے اقتدار یونینسٹ پارٹی اور اُمّہ پارٹی کے نمائندوں محمد احمد المحجوب (وزیراعظم) اور اسماعیل الازہری (صدر) کے سپرد کیا۔ حسن ترابی ان انتخابات میں دو سال کے لیے (گریجویٹس کی نشست پر) دستور ساز اسمبلی کے رُکن منتخب ہوئے۔ دستوریہ کی کارکردگی غیر تسلی بخش ہونے کے سبب اس کی مدت میں مزید ایک سال کا اضافہ کر دیا گیا۔ اس طرح آپ تین سال تک دستوریہ کے رُکن رہے۔ 1969ء میں جعفر النمیری کے انقلاب سے پہلے درمیانی مدت کے انتخابات میں آپ نے حصہ لیا، لیکن شکست کھا گئے۔ چند ماہ کے بعد جعفر النمیری نے ماسکو نواز کمیونسٹوں کے ساتھ مل کر اسماعیل الازہری کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ دیگر بڑے بڑے لیڈروں کے ہمراہ آپ کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ 1969ء کے سوشلسٹ انقلاب سے لے کر لیفٹیننٹ جنرل عمر حسن احمد البشیر کے انقلاب تک آپ پانچ مرتبہ گرفتار کیے گئے۔ مارچ 1976ء میں آپ کو جیل میں دل کا دورہ پڑا۔ اس سے آپ کی صحت اس حد تک گر گئی کہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں یہ دورہ جان لیوا ثابت نہ ہو۔ جیل میں آپ کی بیماری کا سن کر اندرون اور بیرون ملک آپ کے چاہنے والوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ مراکش کے مشہور عالم دین، دانشور اور سیاسی لیڈر علامہ علال الفاسی نے جعفر النمیری کو ایک خط تحریر کیا جس میں اس پر زور دیا گیا کہ حسن ترابی کی صحت کی حفاظت کی جائے۔ ادھر خرطوم یونیورسٹی کے طلبہ نے آپ کے حق میں مظاہرے شروع کر دیئے جو دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں پھیل گئے۔ نتیجتاً حکومت آپ کو بہتر سہولتیں فراہم کرنے پر مجبور ہو گئی۔ جیل جانے سے پہلے آپ انگریزی، عربی اور فرانسیسی زبانیں جانتے تھے۔ قید کے دوران آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کے علاوہ جرمن زبان پر بھی عبور حاصل کیا۔ آپ آٹھ کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کی کتاب ''تجدید اصول فقہ'' دنیا بھر کے ماہرین قانون سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔ آپ کی ازدواجی زندگی کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ آپ کے کٹر مخالف

صادق المہدی کی ہمشیرہ آپ کی بیوی ہے۔

1976ء میں کیمونسٹوں نے جعفر النمیری کا تختہ الٹنے کی ناکام کوشش کی تو النمیری اس نتیجے پر پہنچا کہ بڑی طاقتوں رُوس اور امریکا کی طرف جھکاؤ سے سیاسی بے چینی ختم نہیں ہوسکتی۔ اس کے لیے عوام کے حقیقی نمائندوں کے تعاون کی ضرورت ہو گی۔ چنانچہ النمیری نے ''الانصار'' اور ''محاذ اسلامی منشور'' سے مصالحت کرنے کا فیصلہ کیا۔ صادق المہدی اور حسن ترابی کو جیل سے نکال کر مذاکرات کی دعوت دی۔ مذاکرات سے پہلے حسن ترابی، صادق المہدی اور حزب اختلاف کے دوسرے لیڈروں نے باہمی مشاورت سے ''سوڈان نیشنل فرنٹ'' تشکیل دیا اور یہ طے پایا کہ اگر جعفر النمیری ان کے مطالبات تسلیم کر لے تو اس کے ساتھ تعاون کیا جاسکتا ہے۔ مطالبات کچھ یوں تھے:

1۔ 1965ء کا دستور بحال کر کے شریعت کو ملک کا قانون قرار دیا جائے۔

2۔ سوڈان کو بتدریج اسلامی مملکت بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

3۔ نمائندہ منتخب اداروں کو تشکیل دیا جائے۔

4۔ بنیادی حقوق بحال کیے جائیں۔

5۔ تحریر و تقریر کی آزادی دی جائے۔

طویل مذاکرات کے بعد جعفر النمیری نے سوڈانی نیشنل فرنٹ کے مطالبات تسلیم کر لیے۔ چنانچہ نیشنل فرنٹ نے جعفر النمیری کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کے بعد جعفر النمیری نے فرنٹ کے متعدد ارکان کو اپنی کابینہ میں شامل کرلیا۔ ڈاکٹر حسن ترابی وزیر قانون بنائے گئے۔ مارچ 1980ء میں انہیں سیاسی بیورو کا رُکن اور امورِ خارجہ کا مشیر بنایا گیا۔ ملکی قوانین کو اسلامی قانون کے ڈھالنے کے لیے تین اخوانیوں ڈاکٹر حسن عبداللہ المغربی، ڈاکٹر غفار شیخ اور علی عبدالرحمٰن کو نفاذِ شریعت کمیٹی کا رُکن نامزد کیا گیا۔ تین سال سے زائد عرصہ آپ اپنے رفقائے کار کے ساتھ مل کر شب و روز محنت کر کے اسلامی نظام کے نفاذ میں مصروف رہے۔ اچانک 10/مارچ 1985ء کو آپ کو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تمام عہدوں سے الگ کر کے پابندِ سلاسل کر دیا گیا۔ مرد آہن جعفر النمیری نے مردِ مومن جنرل ضیاء الحق کی طرح اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے اہل قوم کو شریعت اسلامی نافذ کرنے کا پروگرام بتایا تھا۔ وہ 9/اپریل کو پاکستان کے سرکاری دورے پر اسلام آباد پہنچنے والے تھے کہ ان کے دستِ راست وزیر دفاع جنرل عبدالرحمٰن سوار الذہاب نے ان کا سولہ سالہ اقتدار فوجی انقلاب کے ذریعے ختم کر دیا۔ بعد ازاں جنرل عبدالرحمٰن سوار الذہاب نے جعفر النمیری کا تختہ الٹ دیا۔ نئے سربراہ نے ڈاکٹر حسن ترابی سمیت تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا اور انتخابات کے انعقاد کے بعد اقتدار منتخب نمائندوں کے سپرد کرنے کا اعلان کیا۔

ڈاکٹر حسن ترابی نے جیل سے باہر آتے ہی اسلام پسند عناصر کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کا کام شروع کیا۔ چنانچہ ستمبر 1985ء میں آپ نے خرطوم میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی۔ کانفرنس کے اختتام پر دائیں بازو کے عناصر پر مشتمل ''نیشنل اسلامک فرنٹ'' کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ آپ کو متفقہ طور پر فرنٹ کا جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ 1986ء میں جنرل سوار الذہاب نے وعدے کے مطابق انتخابات منعقد کرائے۔ ڈاکٹر حسن ترابی ان انتخابات میں شکست کھا گئے۔ فرنٹ نے 53 نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ 301 کے ایوان میں کسی بھی سیاسی جماعت کے پاس حکومت بنانے کے لیے مطلوبہ تعداد نہیں تھی، اس لیے مخلوط حکومت کے قیام کا امکان تھا۔ ڈاکٹر حسن ترابی نے انتخابات کے فوراً بعد یہ اعلان کیا کہ جس حکومت میں کیمونسٹ شریک ہوں گے، اخوان اس میں شامل نہیں ہوں گے، اور جو پارٹی اسلامی قوانین ختم کرنا چاہے گی، اس کے ساتھ ہمارا تعاون ممکن نہیں ہوگا۔ اُمّہ پارٹی کے رہنما صادق المہدی نے ابتداء میں یونینسٹ پارٹی کے تعاون سے مخلوط حکومت بنائی جو زیادہ دیر نہ چل سکی۔

صادق المہدی نے اب کی دفعہ تینوں بڑی جماعتوں یعنی اُمّہ، یونینسٹ اور اسلامی فرنٹ پر مشتمل مخلوط حکومت تشکیل

حسن ترابی نے اعلان کیا کہ جس حکومت میں کیمونسٹ شامل ہوں گے اخوان اُس میں شامل نہیں ہوں گے اور جو پارٹی اسلامی قوانین ختم کرنا چاہے گی اُس کے ساتھ ہمارا تعاون ممکن نہیں ہوگا

دی۔ ڈاکٹر حسن ترابی وزیر قانون و عدل بنائے گئے۔ اسلامی فرنٹ کی طرف سے شمولیت صرف اس ایک وعدے پر کی گئی تھی کہ جعفر النمیری کے دور میں نفاذِ اسلام کے لیے جو قوانین بنائے گئے تھے، انہیں ختم نہیں کیا جائے گا، بلکہ انہیں مزید بہتر بنایا جائے گا۔ صادق المہدی حکومت بنانے کے بعد اپنے وعدے سے منحرف ہوتا نظر آ رہا تھا کہ حسن ترابی نے ترکی میں اسلامی کونسل کی کانفرنس کے موقع پر غیر ملکی مندوبین کی موجودگی میں صادق المہدی سے مذاکرات کیے۔ چنانچہ دونوں رہنما اس بات پر متفق ہو گئے کہ نفاذِ اسلام کے عمل کو جاری رکھا جائے گا۔ اس سلسلے میں مسلم ممالک کے دانشوروں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور طے کیا گیا کہ کمیٹی 1983ء کے اسلامائزیشن کے پروگرام کا جائزہ لے کر اُس میں ترامیم تجویز کرے گی۔ اتفاق رائے سے پروفیسر خورشید احمد (پاکستان)، ڈاکٹر مصطفیٰ زرقا (اردن) اور ڈاکٹر سلیم الاوّل (متحدہ عرب جمہوریہ) کمیٹی کے رُکن نامزد کیے گئے۔ 1987ء میں کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ ڈاکٹر حسن ترابی نے وزیر قانون کی حیثیت سے کمیٹی کی رپورٹ کابینہ میں پیش کی۔ ان نئے قوانین نے جعفر النمیری کے نافذ کردہ 1983ء کے قانون فوجداری اور 1985ء کے قوانین کی جگہ لینا تھی۔ یہ نئے قوانین سات شرعی حدود یعنی شراب، بدکاری، قذف، مرتد کی سزا، قصاص، سرقہ اور رہزنی کے بارے میں تھے۔ مسودہ قانون کو پارلیمنٹ نے بھاری اکثریت سے منظور کرلیا۔

لیکن سوڈان کی بدقسمتی کہ یونینسٹ پارٹی کے لیڈر محمد عثمان المیرغنی نے ان قوانین کو بہانہ بنا کر مخلوط حکومت سے علیحدگی اختیار کر لی اور جنوبی سوڈان کے بھگوڑے لیڈر جان گرینگ سے ایتھوپیا جا کر سوڈان کی سلامتی کے خلاف معاہدہ کیا۔ ایتھوپیا سے واپس آ کر المیرغنی نے وزیراعظم صادق المہدی سے مطالبہ کیا کہ وہ نفاذِ اسلام کا پروگرام ختم کر دے۔ لیبیا اور متحدہ عرب جمہوریہ سے فوجی معاہدہ ختم کرے اور جان گرینگ کی گوریلا تنظیم ''سوڈانی پیپلز لبریشن آرمی'' کو باقاعدہ فوج کا حصہ بنائے۔ وزیراعظم صادق المہدی نے یہ مطالبات فوراً ہی منظور کر لیے۔ ڈاکٹر حسن ترابی نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور یوں اسلامی فرنٹ مخلوط حکومت سے علیحدہ ہوگیا۔ نتیجتاً ایک نیا سیاسی بحران پیدا ہوا۔ لیفٹیننٹ جنرل عمر حسن احمد البشیر نے صادق المہدی کی حکومت کا تختہ الٹ کر 30/جون 1989ء کو مارشل لاء نافذ کر دیا۔ دوسرے سیاسی لیڈروں کے ہمراہ آپ بھی گرفتار کر لیے گئے۔ چھ ماہ بعد 1990ء میں رہا کیا گیا۔ رہائی پاتے ہی آپ نے فوجی حکومت کو نفاذِ اسلام کے لیے ہر قسم کا تعاون پیش کیا۔ چنانچہ جنرل عمر نے ماضی میں آپ کی خدمات اور الاخوان المسلمون کے اثرات دیکھتے ہوئے آپ کی پیش کش قبول کر لی اور نفاذِ اسلام کا جو کام صادق المہدی کے ساتھ مل کر سرانجام دے رہے تھے، اُسی کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ بہت جلد اس تعاون کے مثبت نتائج قوم کے سامنے آ نکلے۔ اسلامی قوانین کا نفاذ، خود کفالت اور جنوبی سوڈان کے مسئلے کے حل کے لیے آپ جو کوششیں کر رہے تھے، اندرونِ ملک مختصر سی (عیسائی) اقلیت کے علاوہ امریکا، اسرائیل، روس اور یورپی ممالک کی نظروں میں بُری طرح کھٹکنے لگے۔ چنانچہ 1999ء میں صدارتی انتخابات میں کامیاب ہونے کے بعد جب صدر عمر بشیر نے دوبارہ ملک میں کثیر جماعتی نظام قائم کیا تو حسن ترابی کو نظر بند کر دیا گیا کیونکہ وہ پارلیمنٹ کے ذریعے صدر مملکت کے اختیارات کم کرنا چاہتے تھے۔

اعلان

قارئین نوٹ فرمالیں کہ ندائے خلافت کا خصوصی شمارہ ''استقلالِ پاکستان نمبر'' جو یومِ پاکستان کے موقع پر شائع ہو رہا ہے کی ترتیب و تدوین اور تیاری میں عملہ شبانہ روز مصروف ہے۔ بنابریں ندائے خلافت کا آئندہ معمول کا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔

ملکوں ملکوں احیائے اسلام کی تحریکوں کی تاریخ رقم کرنے کے بعد

سید قاسم محمود

''ندائے خلافت'' کے خصوصی شمارے کے بعد سے

صلیبی جنگوں کی تاریخ

قسط وار شروع کریں گے۔

جب ہر لمحہ قیامت گزر رہی تھی
اور
انسانی بے بسی آرام و آسائش بھول چکی تھی!

رنگلہ آزاد کشمیر سے تنظیم اسلامی کے رفیق راجہ محمد داؤد خان کا امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کے نام خط، جس میں زلزلہ کی تباہ کاریوں کی جھلک بھی ہے اور عبرت کا سامان بھی۔ مکتوب نگار نے اپنے خط میں مصیبت کی اِس گھڑی میں اہل پاکستان کے بے مثال جذبۂ ایثار و قربانی کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے، نیز قوم کی والہانہ ہمدردی پر پاکستانی بھائیوں کا بالعموم اور تنظیم اسلامی کی جانب سے متاثرہ رفقاء کی خبر گیری پر تنظیم کے ذمہ داران اور رفقاء کا بالخصوص شکریہ ادا کیا ہے۔ (ادارہ)

محترم حافظ عاکف سعید صاحب
امیر تنظیم اسلامی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ تنظیمی زندگی میں ہمدردی و تعاون کا نیا احساس 8 اکتوبر کے حالیہ زلزلہ کے بعد ہوا جب ہم اہلیانِ کشمیر تباہ و برباد مکانات کے کھنڈرات میں اپنی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ زلزلے کی خبر جونہی ریڈیو، ٹیلی وژن اور اخبارات کے ذریعے لوگوں تک پہنچی ملک کے کونے کونے سے ہمارے پاکستانی بھائی مصیبت زدہ کشمیری بھائیوں کی مدد کو آ پہنچے۔ ان کا جذبہ ایثار دیدنی تھا۔ جس کے پاس جو کچھ تھا اٹھایا اور مدد کو چل پڑا۔ ہماری سڑکیں امدادی اشیاء لے کر آنے والی گاڑیوں سے اس قدر مصروف تھیں کہ یہ سڑکیں کراچی یا اسلام آباد کی مصروف شاہراؤں کی عکاسی کر رہی تھیں حتیٰ کہ ٹریفک کنٹرول کرنے کے لیے پنجاب سے پولیس منگوانا پڑی۔

مشکلات کی اس گھڑی میں اہلیانِ پاکستان کی امداد اتنی فوری تھی کہ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ امدادی اشیاء لانے والے لوگ پہلے سے تیار بیٹھے تھے اور انہوں نے اس کی پہلے سے منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔ ایسے میں تنظیم اسلامی پاکستان کے رفقاء بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ میں 7 اکتوبر کو اپنی اہلیہ کو جو ذہنی عارضہ میں مبتلا تھی لے کر مظفر آباد گیا تھا۔ 8 اکتوبر کو میں، میری اہلیہ اور ایک ہمشیرہ موٹر رکشہ پر بیٹھے سی۔ ایم۔ ایچ مظفر آباد میڈیکل چیک اپ کے لیے راستے ہی میں تھے کہ زلزلے کے زوردار جھٹکوں سے موٹر رکشہ ہچکولے کھانے لگا۔ ایک جھٹکا اتنا زوردار تھا کہ رکشہ الٹتے الٹتے بچا۔ ہماری نظروں کے سامنے فلک بوس عمارتیں زمیں بوس ہو گئیں۔ بدحواسی اور خوف کی حالت میں کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ میں ایک جگہ گیا جہاں موبائل سروس تھی۔ یوں تھوڑی سی جدوجہد کے بعد اپنے آبائی گاؤں رنگلہ میں ایک پڑوسی سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس پڑوسی سے پتا چلا کہ گاؤں کے سب مکانات زمین بوس ہو گئے ہیں۔ ہر طرف چیخ و پکار تھی حتیٰ کہ یہ آوازیں موبائل سے صاف سنائی دے رہی تھیں۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد گاؤں میں اپنے گھر سے رابطہ قائم ہوا۔ پتا چلا کہ میرا کچا مکان جہاں میری والدہ مقیم تھیں، گر چکا ہے اور میری بوڑھی والدہ اس مکان کے نیچے دب گئی ہیں جنہیں زندہ نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ گھنٹہ بھر کی کوشش کے بعد والدہ کو زندہ نکال لیا گیا۔ والدہ کا یوں ہزاروں ٹن مٹی اور بڑے بڑے شہتیروں کے نیچے سے زندہ سلامت نکالا جانا ایک معجزہ تھا۔

زلزلہ کے باعث مظفر آباد کا زمینی رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ ہم بھی مظفر آباد کے کھنڈرات میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ شام تک یہ اطلاع ملی کہ اہلیہ کی والدہ جو میری حقیقی تائی تھیں، زلزلہ کے باعث کچا مکان گرنے سے دب کر اللہ کو پیاری ہو گئی ہیں۔ ہمیں یہ خبر اہلیہ کو نہیں بتانی تھی کیونکہ وہ پہلے سے ہی ذہنی عارضہ میں مبتلا تھیں۔ زلزلہ کے جھٹکے بار بار محسوس ہو رہے تھے، زمین کپکپا رہی تھی۔ خوف کے مارے بچے چیخ رہے تھے۔ ہم نے اسی حالت میں دو دن تین راتیں گزاریں۔ ہر لمحہ قیامت گزر رہی تھی۔ شام تک لاشوں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ ملٹری کا بڑا گراونڈ ہماری قیام گاہ سے چند گز دور تھا۔ عصر کے بعد ہیلی کاپٹروں کا تانتا بندھ گیا تھا۔ زخمیوں کی چیخ و پکار، خواتین کی آہ و بکا ناقابلِ برداشت تھی۔ نفسا نفسی کا عالم تھا۔

تیسرے دن شام تین بجے کوہالہ مظفر آباد روڈ کھلنے پر ہم ایک سپیشل گاڑی لے کر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ہر طرف انسانی لاشے ہی لاشے تھے۔ یہ لاشے سوج کر پھٹنے کے قریب تھے۔ ہر طرف ان لاشوں کا تعفن تھا جو ناقابلِ برداشت تھا۔ کوئی مناسب کپڑا ابھی نہ تھا جن سے ان انسانی لاشوں کو ڈھانپا جا سکتا۔ کوہالہ سے مظفر آباد تک اسی قسم کے مناظر تھے۔ انسانی بے بسی آسائش و آرام بھول چکی تھی۔ گاڑیاں اور ایندھن ناپید تھے، کوئی قریبی عزیز ہی اپنے عزیز کا لاشہ بدوش تھا۔ معاون و مددگار نہ تھا کہ کندھا دے سکے۔ جہاں کہیں کسی کی تدفین ہو رہی تھی، تو دو یا تین افراد نظر آتے تھے جو تدفین میں مصروف تھے۔

مجھے چوتھے دن اپنا گھر دیکھنا نصیب ہوا۔ گھر آ کر معلوم ہوا کہ مجھ سے قبل خالد محمود عباسی میری خیریت معلوم کرنے آئے تھے، جو تنظیم اسلامی پاکستان حلقہ شمالی پنجاب کے امیر ہیں۔ مجھے یہ سن کر یقیناً حیرت ہوئی کہ صاحب خانہ سے قبل امیر حلقہ کی خبر گیری اور وہ بھی ان حالات میں جبکہ وہ خود بھی میری طرح متاثر تھے، یقیناً حوصلہ افزا تھی۔ یوں یہ احساس ابھرا کہ "کوئی ہے جو تمہاری مدد کو تیار ہے"۔ مصیبت کی اس گھڑی میں کسی تنظیمی ساتھی کی خبر گیری سے "اسرہ" کی سمجھ آئی۔ اس پر مزید مسرت اور حوصلہ اس وقت ملا جب اسی دن کہ جس دن میں گھر پہنچا، شام کو امیر تنظیم اسلامی کو اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ اپنے گھر کے قریب پایا۔

امیر محترم! ہم آپ کی وساطت سے جملہ رفقاء تنظیم اسلامی کا بالخصوص اور اپنے پاکستانی بھائیوں کا بالعموم شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے مشکلات کی اس گھڑی میں ہماری ہر طرح کی مدد کی۔ ہمارے نزدیک مادی امداد سے جذبہ ایثار زیادہ قابلِ ستائش ہے جو رفقائے تنظیم اسلامی اور برادرانِ پاکستان میں دیکھنے کو ملا۔ تنظیم اسلامی نے اپنے متاثرہ رفقاء کی جس طرح حوصلہ افزائی کی اور جس طرح مالی مدد کی وہ جذبہ بھی قابلِ قدر ہے۔ ہم جملہ محسنین کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

جناب امیر محترم! اہلیانِ کشمیر اب خاصی حد تک اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو چکے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بہار کی آمد کے ساتھ ہی ساکنانِ خطہ اپنے مستقل گھرانے بنانے میں مصروف ہو جائیں گے، اگرچہ بلڈنگ میٹریل کی گرانی، لیبر کی عدم دستیابی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور رہے گا۔ حکومت اس معاملہ میں کوئی خاص توجہ نہیں دے رہی ہے، جو باعث تشویش ہے۔ ہماری طرف سے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ کی خدمت میں سلام عرض کیجیے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کا سایہ تا دیر ہم پر قائم رکھے اور انہیں کامل صحت بخشے۔ آمین!

آپ کی صحت و سلامتی کے لیے دُعاگو

راجہ محمد داؤد خان

یادوں کی تسبیح

مری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں — میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

مسجد خضراء کا تذکرہ میں پہلے ہی کر چکا ہوں کہ یہ ہماری تربیتی سرگرمیوں کا مرکز تھی۔ تحریک سے تعارف کے بعد ابتدائی چند سال میں نے تراویح گھر کے قریب پاکستان مسجد میں پڑھیں۔ بعد میں آس پاس کے رفقاء تراویح مسجد خضراء میں پڑھنے لگے جن میں خورشید احمد بھائی' (ڈاکٹر) محمد عمر چھاپرہ' ابوبکر روکڑیا' انیس وہاب زبیری (ان کا تعلق شیعہ خاندان سے تھا لیکن جمعیت کے رکن تھے)' مرغوب احمد مرحوم' (ڈاکٹر) ظفر اسحٰق انصاری اور دیگر رفقاء شامل تھے۔ میں بھی تراویح پڑھنے وہیں جانے لگا۔ مسجد کے امام و خطیب مولانا شمس الحسن صاحب تھے (جو مولانا احتشام الحق تھانوی کے قریبی عزیز ہوتے تھے)۔ ان کی قرأت بہت اچھی تھی' وہی تراویح بھی پڑھاتے تھے۔ میں ان دنوں کچھ فاصلہ پر ہی پرانی عیدگاہ کے قریب رہتا تھا۔ بعد میں' میں وہاں سے ڈرگ روڈ کالونی (موجودہ شاہ فیصل کالونی) کے آخری بلاک میں ایئرپورٹ کے قریب منتقل ہو گیا جو شہر سے کوئی سات میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس زمانہ میں' میں مسجد خضراء ہی کے قریب صدر میں ایک فرم میں ملازمت کرتا تھا۔ اتنی دور قیام کے باوجود بھی میں نے مسجد خضراء کی تراویح نہیں چھوڑیں۔ میرا معمول یہ بن گیا کہ پانچ بجے ملازمت سے فارغ ہو کر میں مسافروں سے ٹھونسی ہوئی بسوں میں کسی طرح سوار ہو کر یا پائیدان پر کھڑا ہو کر مغرب سے ذرا پہلے گھر پہنچ جاتا۔ گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر افطاری کر کے مسجد میں جا کر نماز ادا کرتا اور پھر واپس آ کر جلدی جلدی کھانا کھا کر مسجد خضراء جانے کے لیے بس اسٹاپ پہنچ جاتا تھا۔ شہر سے آتے ہوئے بس بھری ہوئی ہوتی تھی تو گھر جلد پہنچا دیتی تھی۔ اب شہر جانے کے لیے بسیں عموماً خالی ہوتی تھیں تو سواریوں کو لینے کے لیے آہستہ آہستہ چلتی تھیں۔ صدر کے بس اسٹاپ پر اتر کر تقریباً دوڑتا ہوا مسجد خضراء پہنچ کر جیسے تیسے عشاء کی نماز میں شریک ہو جاتا تھا۔ دو ایک رکعت تو مل ہی جاتی تھیں۔ تراویح کے بعد سب رفقاء باہر کھڑے ہو کر ملاقات کرتے تھے۔ تھوڑی دیر باتیں کر کے پھر واپس سات میل دور اپنے گھر جانے کے لئے بس میں سوار ہو جاتا اور کوئی دس گیارہ بجے گھر پہنچتا...... دفتر کے ایک صاحب نے مجھ سے کہا بھی کہ تم جو اتنی مشقت جھیلتے ہو' اس سے بہتر ہے کہ شہر ہی میں کہیں افطار اور کھانا کھا کر اور تراویح پڑھ کر گھر چلے جایا کرو۔ لیکن مجھے افطار گھر والوں ہی کے ساتھ کرنے میں مزہ آتا تھا!

چند سال کے بعد دہلی کے رہنے والے کپڑوں کے ایک بڑے تاجر جو حافظ اور اچھے قاری بھی تھے' انہوں نے مسجد خضراء کے بیرونی لان میں تراویح پڑھانی شروع کر دیں۔ مولانا شمس الحسن مسجد میں پڑھاتے تھے لیکن قاری صاحب کی قرأت بہت اچھی تھی اس لیے بہت سے لوگ ان کے پیچھے لان میں پڑھنے لگے جن میں یہ خاکسار اور

مجھے اچھی قراءت سے عشق تھا اس لیے جہاں بھی معلوم ہوتا کہ کوئی اچھے قاری سنا رہے ہیں' چاہے وہ جگہ گھر سے کتنی ہی دور ہو' میں پورے ماہ رمضان میں پابندی سے وہاں جاتا تھا

دیگر رفقاء بھی شامل تھے۔ مسجد کے اندر عشاء کی نماز پڑھ کر لان تک جانے کے لیے تاکہ پہلی صف میں جگہ مل سکے' ایک دوڑ سی لگ جاتی تھی۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے اسپیکر مولوی تمیز الدین خان مرحوم بھی ان قاری صاحب کے پیچھے تراویح ادا کرتے تھے۔ ان کے کوئی ساتھی پہلے سے ان کے لئے پہلی صف میں جاء نماز بچھا دیتے تھے۔ یہاں ایک قابل ذکر بات یہ تھی کہ ایک بزرگ ہر چار رکعت کے بعد بیٹھنے کے وقفہ میں پچھلے پڑھے ہوئے حصے میں سے دو چار آیات کا ترجمہ اور مختصر تشریح بہت ہی پُر اثر انداز میں کرتے تھے۔ یہ پچاس کی دہائی کے آخر کی بات ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت تو میں ابتداء ہی سے روزانہ کرتا تھا اور عموماً ایک ماہ میں پورا قرآن مجید ختم کر لیتا تھا لیکن رمضان میں کبھی دو کبھی تین ہو جاتے تھے۔ تراویح میں قرآن مجید کا جتنا حصہ پڑھایا جاتا تھا' اسے عموماً میں روزانہ ترجمہ کے ساتھ گھر سے پڑھ کر جاتا تھا تاکہ تراویح کے دوران سمجھ میں آتا رہے۔

مسجد خضراء میں تراویح پڑھنے کا میرا یہ معمول برسوں رہا۔ اس کے بعد میں ناظم آباد میں ایک مکان خرید کر اس میں شفٹ ہو گیا۔ اب یہاں سے بھی کچھ عرصہ مسجد خضراء میں تراویح کے لیے آنا جانا ہوتا رہا...... ناظم آباد آ کر تو یہ ہوا کہ ہر سال جہاں بھی کسی قاری صاحب کی بہت تعریف سنتا تھا وہیں پورے ماہ تراویح پڑھنے چلا جاتا تھا۔ ناظم آباد چورنگی پر قاری عبداللہ صاحب مرحوم کی قرأت بہت عمدہ تھی' کئی سال وہاں پڑھیں۔ نارتھ ناظم آباد بلاک "ایچ" میں قاری مغل صاحب کی بہت تعریف سنی' وہاں کئی سال پڑھیں۔ مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب کے پیچھے بھی کئی سال تراویح ادا کیں۔ خود ہمارے گھر کے قریب ناظم آباد بلاک نمبر پانچ کی جامع مسجد میں ایک مشہور قاری صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے بلائے جانے لگے' چنانچہ پھر وہیں تراویح ادا کیا کرتا۔ مفتی محمد شفیعؒ صاحب کے دارالعلوم کی پرانی عمارت نانک واڑہ میں تھی۔ یہاں بھی مدرسہ قائم تھا اور مسجد تھی' جہاں ملک کے مشہور و معروف استاذ القراء قاری فتح محمد صاحب پانی پتی تراویح پڑھاتے تھے۔ بہت ضعیف تھے اور نابینا بھی' لیکن پھر بھی بیس رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھاتے تھے۔ ان کے پیچھے بھی تراویح پڑھنے کا شرف حاصل ہوا...... مجھے اچھی قرأت سے عشق تھا اس لیے جہاں بھی معلوم ہوتا کہ کوئی اچھے قاری سنا رہے ہیں' چاہے وہ جگہ گھر سے کتنی ہی دور ہو' میں پورے ماہ پابندی سے شرکت کرتا تھا...... اور ہر سال اچھے سے اچھے قاری تلاش کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھیے کہ ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

......اور......

حسن کے ہر جمال میں پنہاں
میری رعنائی خیال بھی ہے

(جاری ہے)

جس نے مفلسی کے ڈر سے نکاح ترک کیا
اُس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں (الحدیث)

ہمدردی کا سفیر یا انسانیت کا قاتل

اسماء راشد
ترجمہ: مختار حسین فاروقی

12 فروری 2006ء کو انگریزی روزنامہ ''ڈان'' میں امریکہ کے سابق صدر سینئر بش کی آمد (17 جنوری) کے حوالے سے اسماء راشد کا ایک مضمون شائع ہوا۔ اِس مضمون میں 1991ء میں عراق پر ہونے والی امریکہ کی ننگی جارحیت' انسانیت سوز مظالم اور اِس کے نتیجے میں وسیع پیمانے پر ہونے والی انسانی ہلاکتوں اور ہولناک تباہی کا جائزہ لیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ کس قدر عجیب مذاق ہے کہ اُس شخص کو جو اِس بربریت اور تباہی کا ذمہ دار ہے' ٹھیک پندرہ سال بعد پاکستان کے زلزلہ زدگان کے دکھ بانٹنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ مضمون میں بیان کردہ چشم کشا حقائق کے پیش نظر ہم مذکورہ اخبار کے شکریہ کے ساتھ ندائے خلافت کے صفحات میں اس کا اردو ترجمہ شائع کر رہے ہیں۔ امریکہ کے موجودہ صدر جونیئر بش کے پاک و ہند کے حالیہ دورہ کے تناظر میں اِس مضمون کی اشاعت سے جہاں امریکیوں کے ظلم و بربریت کو نمایاں کرنا مقصود ہے' وہاں یہ واضح کرنا بھی ہے کہ امریکہ کے سیاسی نظام میں حکمرانوں کی تبدیلی کے باوجود پالیسیوں میں تسلسل برقرار رہتا ہے۔ اُس کے اسلام دشمن' مسلم کش جنگی جنون اور عزائم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ یہ مضمون اگرچہ رواں ہفتے کا نہیں ہے' تاہم خصوصی اہمیت دے کر اُسے کالم آف دی ویک کی جگہ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جارج بُش (سینئر) کا انسانی ہمدردی کا سفیر بن کر اقوام متحدہ کی طرف سے پاکستان کا دورہ اتنا حیران کن نہیں ہے اس لیے کہ اسی اقوام متحدہ کے ادارے نے ہی 1991ء میں خلیج کی جنگ (جس کے سب سے بڑے ذمہ دار یہی جارج بش تھے) کے لیے صیہونی استعمار کے پنجے گاڑنے کا جواز فراہم کیا تھا اور بعد میں 2003ء میں اُسی کے سپوت بُش (جونیئر) کو آزاد ملک عراق پر بلا جواز حملے کا سرٹیفیکیٹ دیا۔ بلکہ حیرانی کی بات یہ ہے کہ ہمارے ڈان جیسے اخبار نے اس استقبال کی تصویر کو صفحہ اوّل کی زینت بنایا جو عراق پر حملہ کی پندرہویں برسی کے دن صدر پاکستان کے ساتھ خیر سگالی کے جذبات کا تبادلہ کر رہے تھے۔

بہت سے لوگوں کو ابھی یاد ہو گا کہ اسی (17 جنوری 1991ء) دن کے آغاز پر عراق کے اہم شہروں پر بیک وقت سینکڑوں بموں اور میزائلوں سے حملہ کر دیا گیا تھا۔ (حملہ ایسا منظم تھا کہ) ایک گھنٹے کے اندر اندر ملک کے 90% بجلی گھر تباہ کر دیے گئے تھے۔ اگلے 48 گھنٹوں میں بموں کی لگاتار بوچھاڑ سے ملک بھر میں ناگزیر انسانی ضروریات پر مشتمل سروسز تباہ کر دی گئیں جس کے ساتھ ہی ناقابل تصور حد تک شہری زندگی مفلوج ہو گئی۔ روزانہ 2000 ہوائی بمبار حملوں سے ابتدا ہوتی اور چار دنوں کی جنگ میں امریکہ کے حملوں کا شمار 109000 سے بڑھ گیا' تقریباً 88500 ٹن بم جو کہ ہیروشیما کے ایٹم بم سے سات گنا زیادہ تباہ کن تھے' ایک بم فی سیکنڈ کے حساب سے گرا کر انسانی تمدن کے اس گہوارے کو خاک میں ملا دیا گیا۔

انسان کی بنائی ہوئی کسی تعمیر کو بخشا نہیں گیا بلکہ فیکٹریاں' سکول' یونیورسٹیاں' مساجد' تاریخی مقامات اور ہسپتال بھی اس بے رحمانہ بمباری کا نشانہ بن گئے۔ بغداد کے جنوب مغرب میں الرشاد مینٹل ہسپتال میں (بمباری کی وجہ سے) چھت مریضوں پر آ گری۔ کھیت سے منڈی تک کی خوراک کی ترسیل بھی حملوں کی زد میں آ گئی۔ آبپاشی کے منصوبے' پانی کے شہری منصوبے' کھاد' زرعی ادویات اور ٹریکٹر اسمبلی پلانٹ' اناج کے گودام چن چن کر نشانہ بنائے گئے۔ گلہ بانی اور ماہی پروری کے فارم بھی تباہ کر دیے گئے۔ بچوں کی غذا بنانے کی ایک فیکٹری کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔

گنجان آباد شہروں میں جہاں عراق کی 72 فیصد آبادی

امریکہ نے چار دنوں میں اٹھاسی ہزار پانچ سو ٹن بم جو کہ ہیروشیما کے پر گرائے جانے والے ایٹم بم سے سات گنا تباہ کن تھے' گرا کر انسانی تمدن کے گہوارے کو خاک میں ملا دیا

رہتی ہے بھی Carpet Bombing کی زد میں آ گئے۔ بغداد پر مسلسل 39 دن بمباری ہوتی رہی۔ عماریہ کی Bomb shelter پر حملہ بربریت کی بھیانک مثال تھی جہاں 1500 کے قریب صرف عورتیں اور بچے موجود تھے۔ 13 فروری کی صبح دو گائیڈڈ میزائل حملہ میں قریبی آبادیوں نے انسانی چیخ و پکار سنی۔ ایک میزائل نے پناہ گاہ کی چھت میں سوراخ کر دیا۔ جبکہ بڑے اور طاقتور میزائل کے ذریعے حملہ کر کے اندر موجود تقریباً تمام افراد ہلاک کر دیے گئے۔ مغربی ممالک کے عوام نے صرف پناہ گاہ کی خوبصورت تصویریں دیکھیں۔ واقعہ کی حقیقی تصویریں جو بغداد اور عمان میں دکھائی گئیں برداشت سے باہر تھیں۔ تقریباً انہی دنوں میں ایک اور بڑی انسانی تباہی فلوجہ میں کی گئی جہاں برطانوی آر اے ایف نے دو حملوں میں Percision Guided Bombs برسا کر ایک مارکیٹ اور جدید کثیر المنزلہ رہائشی علاقہ تباہ کر دیا جہاں 200 ہلاکتیں ہوئیں اور 500 افراد شدید زخمی۔

24 فروری تک کوئی قابل ذکر فوجی یا غیر فوجی جگہ ایسی نہ تھی جہاں حملہ نہ کیا گیا ہو۔ بین الاقوامی دباؤ میں جنگ بندی کے امکان کے پیش نظر بش نے زمینی حملے کا حکم جاری کر دیا۔ بعد کے دنوں میں بے دریغ عراقی فوجیوں کی ہلاکتیں اور قافلوں پر حملے جبکہ وہ (فائر بندی کے نتیجے میں) واپس ہو رہے تھے ایسی تباہی کا باعث بنے جو بیان سے باہر ہے۔

ایک بیان کے مطابق سینکڑوں بلکہ ہزاروں عراقی فوجی ہاتھ کھڑے کئے امریکی فوجیوں کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ہم ہتھیار ڈال رہے ہیں' مگر اس امریکی فوجی یونٹ کو قیدی بنانے سے منع کر دیا گیا تھا۔ صرف اور صرف ہلاک کرنا اُن کے مشن کا حصہ تھا۔ امریکی کمانڈر کے حکم سے ایک عراقی فوجی پر انٹی ٹینک میزائل چلا دیا گیا جبکہ یہ میزائل ٹینک تباہ کر سکتا تھا۔ انسانی جسم کے پرخچے اڑ گئے۔ اس یونٹ کے لوگوں ہی نے شور مچایا کہ ''یہ تو بربریت ہے''۔

نیویارک کے NEWS DAY نے امریکی فوجی ذرائع سے معلومات حاصل کیں کہ جنگ بندی کے دو دن بعد 2 مارچ کو حمورابی ڈویژن کے ری پبلکن گارڈز کو اذیت ناک طریقے پر Laser Guided Hellfire میزائیلوں سے ہلاک کیا جاتا رہا ہے۔

اپاچی سے داغے گئے ان میزائلوں کے ایک حملے میں 109 گاڑیوں کی تباہی سے پہلے ایک امریکی فوجی کو یہ کہتے بھی سنا گیا کہ ''اب اللہ کو پکارو مدد کے لیے''۔ زمینی جنگ کے بارے میں کئی ماہ بعد ایک اور راز بھی فاش ہوا۔ امریکی فوجی ڈویژن جس نے صدام حسین کی دفاعی لائن درہم برہم کر دی تھی' اس نے ٹینکوں کے ساتھ Combat Earth Movers Ploughs فٹ کئے ہوئے تھے تاکہ عراقی فوجیوں کو کھائیوں اور خندقوں میں دفن کرتے چلے جائیں۔ ان میں ایسے بھی تھے جو زندہ تھے اور ابھی فائر کر رہے تھے (انہیں بھی زندہ دفن کر دیا گیا) یہ سلسلہ 70 میل طویل خندقوں میں پھیلا ہوا تھا۔ بین الاقوامی اصولوں کے منافی خطرناک تباہ کن ہتھیار استعمال کئے گئے۔ لاکھوں یورینیم پروجیکٹائلز فضا سے گرائے گئے یا ٹینکوں سے فائر کئے گئے فرنٹ لائن پر مزاحم عراقی دستوں پر BLU-82' جو کہ 15000Pound Fuelair device کے حامل تھے' داغے گئے (جن سے 1000

پاؤنڈ فی مربع انچ کا پریشر بنتا ہے جبکہ انسانی جسم صرف 40 پاؤنڈ فی مربع انچ تک برداشت کرسکتا ہے)

گھیرے میں آئے ہوئے فوجی دستوں اور خندقوں میں موجود فوجیوں کو جلا کر ہلاک کرنے کے لیے نیپام بم استعمال کیے گئے۔ کلسٹر بم جو کہ 247 چھوٹے بموں پر مشتمل ہوتا ہے جو ایک ایکڑ رقبے پر پھیل جاتے ہیں جس سے مجموعی طور پر 5 لاکھ لوہے کے چھوٹے چھوٹے (چاقو کے) تیز پھل کی طرح کے ٹکڑے نکلتے ہیں جو تیز رفتاری سے نکل کر انسانوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ ایسے کلسٹر بم بلا روک ٹوک اینگلو امریکن فوجیوں نے بے تحاشا استعمال کئے جس سے کویت سے بھاگ کر سویلین ورکرز جو بصرہ جا رہے تھے ہلاک کر دیے گئے اور اس طرح اس شاہراہ کو Highway of Death کا نام دیا گیا۔ مزید براں جلدی میں خصوصی طور پر بنائے گئے 5000 پاؤنڈ کے دو بم امریکی پائلٹوں نے جنگ بندی سے چند گھنٹے پہلے سعودی ایئر بیس سے اٹھائے اور 27 فروری کو یکے بعد دیگرے ایک مضبوط خصوصی پناہ گاہ کو تباہ کرنا چاہا جس میں آخری وقت میں عراقی صدر کو ہلاک کرنا مقصود تھا۔

عراق کی شہری آبادی کے لیے پانی کی سپلائی لائن میں زہر ڈالنے کا واقعہ سب سے زیادہ ہلاکت خیز ثابت ہوا۔ یہ بات 17 ستمبر 2000ء کے سنڈے ہیرالڈ گلاسگو نے شائع کی جو کہ Iraq's Water Supply Vulnerabilities نامی امریکی ڈیفنس انٹلی جنس رپورٹ میں بتائی گئی تھی۔ یہ رپورٹ جنگ کے آغاز کے دوسرے دن ہی امریکی اور تمام اتحادی فوج کی کمان کو دی گئی تھی کہ عراق میں پینے کا پانی صاف کرنے کے لیے مہنگے کیمیکلز درآمد کرنے پڑتے ہیں اس لیے کہ پانی کافی نمکین اور دھاتوں کے ذرات لیے ہوتا ہے۔ (گویا اسی بہانے سے ضروری کیمیکلز کی بجائے زہر ملا دیا گیا۔)

17 جنوری کو جنگ کے آغاز پر ہی امریکی اور اس کی اتحادی فوجوں نے عراق کے بجلی اور پانی کے نظام کو نشانہ بنا کر ناکارہ بنا دیا' جیسا کہ رمزے کلارک نے لکھا کہ عراق کے آٹھ بڑے کثیر المقاصد ڈیم بار بار بمباری کا نشانہ بنائے گئے اور ناقابل استعمال بنا دیے گئے۔ اس سے فوری طور پر پن بجلی اور فلڈ کنٹرول کا نظام تباہ ہو گیا۔ عراق کے 7 بڑے واٹر پمپنگ اسٹیشن پر حملے کئے گئے اور چار کو بے کار بنا دیا گیا۔ میزائیلوں اور بموں سے عراق کے پینے کے پانی اور پانی کی نکاسی کے منصوبوں کو ناقابل استعمال بنا دیا گیا۔ جس میں سے 20 صرف بغداد شہر کے لیے تھے۔ گندا پانی بغداد اور تکریت کے رہائشی علاقوں میں پھیل گیا جس سے بیماری کے باعث ہلاکت خیزی کی فہرست میں اضافہ ہوا۔ بصرہ میں بھی نکاسی کا نظام مکمل تباہ ہو گیا اور ملک بھر کے پانی صاف کرنے کے پلانٹ بے کار کر دیئے گئے اور جتنے جزوی طور پر کام کرنے کے قابل تھے وہ بھی بجلی کے نہ ہونے سے بند ہو گئے۔

ملک کو ہمہ گیر تباہی کا سامنا تھا اور انسانی ہلاکتوں کی گنتی 50000 سویلین اور 125000 فوجی تک جا پہنچی۔ کولن پاول نے عراقی ہلاکتوں کو حقارت سے رد کر دیا کہ انسانی ہلاکتیں کتنی ہوئیں' مجھے اس سے دلچسپی نہیں۔ کلورین اور دوسری ضروری اشیاء جو واٹر سپلائی اور نکاسی کے نظام کے لیے درکار تھیں وہ سخت پابندیوں کا شکار رہیں۔ نتیجتاً خود امریکی منصوبہ سازوں کے نزدیک یہ ایک آدم کش عمل تھا۔ مارچ 91ء میں امریکی اسسٹنٹ سیکریٹری نے وبائی امراض سے ہلاکتوں میں چار گناہ اضافہ کا اعتراف کیا جبکہ 1996ء کے آخر تک تقریباً پانچ لاکھ عراقی جن کی اکثریت بچوں کی تھی موت کے منہ میں جا چکے تھے اور ہر ماہ پانچ سال سے کم عمر کے 4500 بچے موت کا شکار ہو

امریکی کمانڈر کے حکم پر ایک عراقی فوجی پر انٹی ٹینک میزائل چلا دیا گیا' جس سے انسانی جسم کے پرخچے اڑ گئے

رہے تھے۔ جبکہ Lesley Stahl نے میڈلین البرائٹ سے عراق پر پابندیوں کی بابت پوچھا۔ اس نے کہا "سنا ہے کہ عراق میں پانچ لاکھ بچے ہلاک ہو چکے ہیں یہ تعداد ہیروشیما میں ہلاکتوں سے زیادہ ہے۔"

You know is the price worth it.

امریکی سیکریٹری آف سٹیٹ نے کہا:

"It is very hard choice but the price---- we think the price is worth it."
(60 minuts 5-12-96)

عراق پندرہ سال پہلے اس تباہی سے دوچار ہوا اور اب پھر تین سال سے جاری تباہی مغربی اقوام اور ترقی یافتہ G-7 اور G-15 ممالک کے خفیہ منصوبوں کا پتہ دے رہی ہے' اقوام متحدہ اس تباہی کے ذمہ دار شخص کو انسانی ہمدردی کا سفیر بنا کر کشمیر کے زلزلہ زدگان کے دُکھ بانٹنے کے لیے بھیجتی ہے۔ یہ نئے سال کا لطیفہ ہے۔

بزرگوں اور "ابا جی" کی اہمیت مشرقی روایات کا تو حصہ ہے مگر شاید مغرب میں بھی ضرورت کے وقت انہیں مصرف میں لانے میں حرج نہیں سمجھا جاتا کہ پاکستان سے مفادات کے حصول میں جو کام بش جونیئر کے لیے ذرا شرمانے کا ہو وہ "ابا جی" (بش سینئر) کو بھیج کر لیا جائے۔

بقیہ: اداریہ

کارروائیاں امریکی مدد کے بغیر کر سکے۔ یورپ کو بھی یقین دلایا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کی دہشت گردی اور جنونی عزائم سے بچنے کے لیے انہیں آگے بڑھ کر خود کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا جنوبی ایشیا میں نیو ورلڈ آرڈر نافذ کرنے کے لیے امریکہ اب کافی حد تک فارغ ہے۔ اور بھارت اس کی اس خواہش اور ضرورت سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے موڈ میں ہے۔ بھارت نے اس سویلین جوہری معاہدے میں امریکہ سے منوا لیا ہے کہ وہ اپنی آٹھ تنصیبات بین الاقوامی معائنے سے آزاد رکھے گا۔ اس کے تیز رفتار بریڈرری ایکٹرز کا بھی معائنہ نہیں کیا جا سکے گا اور یہ بھی بھارت طے کرے گا کہ کس جوہری تنصیب کو وہ سول یا فوجی قرار دیتا ہے۔

جہاں تک صدر بش کے پاکستان کے دورے کا تعلق ہے' نتیجہ کے حوالہ سے اس کا کوئی مثبت پہلو سامنے نہیں آ سکا۔ البتہ صدر بش نے دو ایسی باتیں کی جو بڑی الارمنگ ہیں۔ افغانستان میں جب کرزئی نے مشترکہ پریس کانفرنس میں پاکستان کی طرف سے دراندازی کی شکایت کی تو بش صاحب نے تحکمانہ لہجہ میں کہا کہ میں صدر مشرف سے اس پر بات کروں گا۔ سوال یہ ہے کہ جب افغانستان میں امریکہ قابض ہے تو یہ شکایت اسے پیدا ہونی چاہیے۔ کرزئی کا تو صرف کندھا استعمال کیا جا رہا ہے۔ پھر پاکستان میں انہوں نے کرکٹ کھیلتے ہوئے کہا کہ لطف اندوز ہونے کے باوجود میں یہاں گگلی سے بہت پریشان ہوا ہوں یعنی پاکستان کہہ کچھ رہا ہے اور کر کچھ اور رہا ہے۔ ہمیں ان دھمکیوں کو بڑی سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ امریکہ عراق میں فوجیں کم کرنے اور افغانستان میں بڑھانے کا سوچ رہا ہے آخر کیوں۔ امریکہ کی خواہش ہے کہ پاکستان کو ڈرا دھمکا کر اس پر راضی کیا جائے کہ وہ بھارت کی قیادت میں چین کے خلاف محاذ آرائی کرے۔ چین کو علاقائی تصادم میں ملوث کر کے اس کے اقتصادی مفادات پر ضرب لگائی جائے۔ آج کی سیاست economic driven ہے۔ اقتصادی کمزوری یقینی طور پر سیاسی اور عسکری کمزوری کا باعث بنتی ہے۔ پھر موقع لگنے پر اس کی دفاعی قوت کو بھی توڑا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے امریکہ آئندہ صدر مشرف کو ڈرائے دھمکائے گا اور لالچ بھی دے گا۔ ہم صدر محترم سے دست بستہ درخواست بھی کرتے ہیں اور با آوازِ بلند مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ وہ امریکہ کے جال میں نہ پھنسیں۔ 1965ء' 1971ء کی پاک بھارت جنگیں ہوں یا افغانستان میں روسی فوجوں کے خلاف جہاد ہو۔ ایف 16 کا معاملہ ہو یا ایٹمی توانائی کے حصول کا سوال' امریکہ نے قدم قدم پر ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ چین جیسے دوست سے بے وفائی کر کے ہم اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی ماریں گے۔ ہمیں بزرگوں کا یہ قول فراموش نہیں کرنا چاہیے "آزمودہ را آزمودن جہل است"۔

تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام شب بیداری کا پروگرام

18 فروری 2006ء بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب مسجد الحمد ئی F بلاک شاہ رکن عالم کالونی ملتان میں تنظیم اسلامی نیو ملتان کی ماہانہ شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔

پروگرام کے آغاز میں امیر تنظیم محمد عطاء اللہ خان نے انقلاب نبوی کا مفہوم وطریق کار پر مفصل خطاب فرمایا۔ شرکاء کی تعداد 40 کے قریب تھی۔ خطاب کے شروع میں انہوں نے موجودہ ملکی صورتحال اور عالمی سطح پر توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے خلاف مسلمانوں کے مظاہروں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ احتجاج کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ مسلمان اسلامی نظام قائم کرنے کی جدوجہد کریں کیونکہ ہم اسلامی نظام نہ ہونے کی وجہ سے کمزور ہیں اگر ایک اسلامی نظام قائم ہو جائے تو پھر کسی کو ایسی جسارت کی جرأت نہ ہو گی۔ آپ نے منہج انقلاب کے چھ مراحل ''دعوت۔ تنظیم۔ تربیت۔ صبر محض۔ اقدام۔ مسلح تصادم پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس کے بعد سید محمد جہانزیب نے کتاب ''محسن انسانیت'' سے حضور ﷺ کی زندگی کے بچپن کے حالات پڑھ کر سنائے۔

جناب عبدالرؤف اخوانی نے درس حدیث دیا جس میں مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق کی وضاحت فرمائی۔ پروگرام کے اختتام پر بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی حقیقت واقسام شرک پر مبنی درس کی ویڈیو چلائی گئی جس میں انہوں نے آج کے دور کے شرک کی نشاندہی کی کہ آج مادہ پرستی کا شرک عام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس شرک سے بچائے' آمین۔ رات کے کھانے کے بعد 15 رفقاء نے مسجد میں قیام فرمایا۔ صبح نماز کے وقت شرکاء کو جگایا گیا۔ انفرادی نوافل وتلاوت کے بعد عطاء اللہ نے مذاکرہ کرایا۔

امیر تنظیم اسلامی کی رفقاء سے ملاقات

اتوار کے دن ناشتہ کے بعد صبح امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب مسجد الحمد ئی میں امیر حلقہ اور ناظم اعلیٰ کے ہمراہ تشریف لائے۔ رفقاء سے خصوصی ملاقات کی غرض سے امیر محترم نے 18-19 فروری کو ملتان کا دورہ کیا۔

سب سے پہلے عطاء اللہ نے اپنا اور مقامی تنظیم کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد نیو ملتان کے 5 رفقاء نے فرداً فرداً اپنا تعارف اور اپنے اپنے اسرہ کی مصروفیات سے امیر محترم کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد بقیہ تمام رفقاء نے اپنا اپنا تعارف پیش کیا۔ رفقاء نے مختلف سوالات کیے جن کا جواب امیر محترم دیتے رہے۔ تقریباً 3 گھنٹے تک ملاقات کا یہ پروگرام جاری رہا۔ گیارہ بجے تمام شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی۔ اس کے بعد امیر محترم عازم سفر ہوئے۔ اسی وقت تنظیم اسلامی نیو ملتان کے سات رفقاء مبتدی وملتزم تربیت گاہ میں شرکت کے لیے لاہور روانہ ہوئے۔ (مرتب: شوکت حسین)

حلقہ سندھ زیریں کے زیر اہتمام پروگرام میں ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی کا خطاب

12 فروری کو قرآن اکیڈمی، یاسین آباد، کراچی میں حلقہ سندھ زیریں سے مرکزی مجلس مشاورت کے نمائندوں کے لیے رائے شماری کے موقع پر ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی جناب اظہر بختیار خلجی نے ملتزم رفقاء سے جو خطاب فرمایا' اس میں مشاورت کے مختلف گوشوں سے متعلق بہت سی باتیں سامنے آئیں۔

اظہر بختیار خلجی نے فرمایا کہ ہمارے دین میں مشاورت کی بڑی اہمیت ہے۔ مشاورت کی ضرورت تین اعتبارات سے ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ دوسری یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ کی مستقل سنت ہے اور تیسری یہ کہ اگر کوئی مشاورت نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو عقل کل سمجھتا ہے۔ جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کی اوّلین مشاورت اپنے قریب ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ مشاورت کے موقع پر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دستیاب ہوتے تھے ان سے مشاورت کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ مخصوص معاملات میں ماہرین سے بھی مشاورت کی جاتی تھی۔

آج کی جمہوریت میں مشاورت کا جو تصور ہے، اسلام کا تصور مشاورت اس سے بالکل مختلف ہے۔ جمہوریت میں فیصلے اکثریت کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ یہ بنیاد اگرچہ اپنی جگہ بڑی اہمیت کی حامل ہے لیکن یہ فیصلہ کن نہیں' کیونکہ جمہوری نظام کے برعکس نظام خلافت میں اور اس کی غیر موجودگی میں نظام خلافت قائم کرنے کی جدوجہد کرنے والی تنظیم کے نظام میں آخری فیصلہ کا اختیار اس تنظیم کے امیر کو ہوتا ہے۔ یہاں آراء کو محض گنا نہیں جاتا بلکہ مختلف اعتبارات سے انہیں تولا بھی جاتا ہے۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ جمہوری نظام میں انتخابات کے حوالے سے جو اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں، ان سے بچا جائے کیونکہ ان اصطلاحات کے اپنے مفاہیم ہوتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ تنظیم میں جو نظام مشاورت قائم ہے اس کی مختلف سطحیں ہیں۔ ایک مشاورت کا فورم تو ان مرکزی ناظمین پر مشتمل ہے جو ہر دم امیر محترم کے قریب ہوتے ہیں۔ ہفتہ میں ایک بار امیر محترم مرکزی ناظمین کے ساتھ تنظیم کے اُمور کے بارے میں مشاورت فرماتے ہیں۔ اس سے ایک وسیع تر فورم وہ ہے جس میں مرکزی ناظمین کے علاوہ امراء حلقہ جات بھی شامل ہوتے ہیں۔ یہ مشاورت ہر ایک ماہ کے بعد مرکز میں منعقد ہوتی ہے۔ اس سے بالاتر فورم وہ ہے جس کو ہم مرکزی مجلس مشاورت کہتے ہیں۔ اس کے ارکان کی تعداد مرکزی ناظمین اور امرائے حلقہ جات کے علاوہ ان کی کل تعداد سے ڈیڑھ گنا تعداد ان رفقاء پر مشتمل ہوتی ہے جنہیں مختلف حلقہ جات سے رائے شماری کے ذریعہ چنا جاتا ہے۔ ان کا چناؤ ملتزم رفقاء کی آراء کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور ملتزم رفقاء ہی اس فورم کے لیے اہل ہوتے ہیں۔ جن نمائندوں کو چنا جاتا ہے ان کی کم از کم عمر 40 قمری سال ہونا ضروری ہے' جو شمسی اعتبار سے تقریباً 38 سال بنتے ہیں۔ مرکزی مجلس مشاورت کے سال میں تین اجلاس ہر چار ماہ کے بعد منعقد ہوتے ہیں۔ اس اجلاس میں ارکان کی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے یہ طے کیا گیا ہے جو ارکان آمدورفت کے اخراجات برداشت نہ کر سکیں ان کے اخراجات مرکز برداشت کرے۔

جناب ناظم اعلیٰ نے کہا کہ ایک خدشہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ امیر پہلے سے فیصلہ کر چکا ہوتا ہے اور مشاورت تو محض خانہ پری کی بات ہوتی ہے۔ اس حوالے سے ایک بات ذہن میں رہنا چاہیے کہ اگر امیر کسی مسئلہ میں مشاورت طلب کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس مسئلہ کے بارے میں وہ خود خالی الذہن ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مسئلہ پر غور وخوض کے بعد وہ اپنا ذہن بنا چکا ہوتا ہے البتہ مشاورت کے دوران جو آراء سامنے آتی ہیں، اس کے لیے ان سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ ان آراء کی روشنی میں وہ اپنے فیصلہ کو پرکھتا ہے اور اگر وہ کسی رائے کو زیادہ وزنی پاتا ہے تو اپنے فیصلہ پر نظر ثانی بھی کرتا ہے۔ اس خطاب کے بعد انہوں نے موجود ملتزم رفقاء سے ان کی آراء تحریری صورت میں حاصل کیں۔ پہلے مرحلے کی تکمیل کے بعد ان 12 افراد کا چناؤ ہوا جن کے حق میں رفقاء نے زیادہ رائے دی تھی۔ اس کے بعد ان سے دوبارہ ان 12 میں سے 6 افراد کے لیے آراء لی گئیں۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

تنظیم اسلامی اسلام آباد کا دو روزہ دعوتی پروگرام

طے شدہ پروگرام کے مطابق 8 اور 9 فروری کو آئی ایٹ ون اسلام آباد کی جامع مسجد الرحمٰن میں صبح نو بجے رفقاء جمع ہو گئے۔ راقم نے آنے والوں کو خوش آمدید کہا۔ جناب سلیم نے مسجد کے آداب وضو اور نماز کے مسائل بیان کیے۔ دس بجے چائے کا وقفہ ہوا۔ بعد ازاں

رفقاء گروپوں کی شکل میں گشت کے لیے نکلے جس میں انہوں نے گیارہ بجے ہونے والے درسِ قرآن کی دعوت دی۔

دن گیارہ بجے شمیم اختر صاحب نے فرائض دینی کو ایک تین منزلہ عمارت کے نقشے کی مدد سے واضح کیا۔ بعدازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ سوا بارہ بجے عظمت ممتاز ثاقب نے تنظیم اسلامی کی قرار دادِ تاسیس کے حوالے سے گفتگو کی۔ نماز کے بعد جناب ریاض حسین صاحب نے حدیث مبارکہ پیش کی۔ کھانے کے وقفہ کے بعد راقم نے تنظیم اسلامی کے قیام و مقاصد پر مذاکرہ کیا۔ نماز عصر کے بعد جناب سلیم نے قرآن حکیم کی عظمت و اہمیت کے حوالے سے درسِ قرآن دیا۔ اس درس کے بعد رفقاء ایک بار پھر گشت پر نکلے تاکہ مغرب کے بعد ہونے والے درسِ قرآن کی دعوت دی جائے۔

بعد نماز مغرب جناب شمیم اختر صاحب نے ''منہج انقلاب نبویؐ'' پر سیر حاصل گفتگو کی۔ عشاء کے بعد کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔ سحری کے وقت کچھ رفقاء نے روزہ رکھا۔ تمام رفقاء نے نوافل ادا کرنے کے بعد سورۃ النور کے آخری رکوع کا حفظ کیا۔ نماز فجر کے بعد مسجد الرحمٰن کے قاری مجاہد صاحب نے سورۃ العصر پر درس قرآن دیا۔ بزرگ عالم دین نے دُعا کرائی۔

آرام و ناشتہ کے وقفہ کے بعد دوسرے روز کی نشست کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ جناب محمد صادق صاحب نے فکر آخرت کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ ساڑھے نو بجے جناب اسامہ بن طاہر نے فکر آخرت کے حوالے سے درس حدیث دیا۔ چائے کے وقفہ کے بعد زاہد محمود نے حدیث مبارکہ کے علوم اور درجہ بندی پر علمی گفتگو کی۔ اس کے بعد رفقاء کو فرائض دینی کی دعوت کے لیے خصوصی ملاقاتوں کے لیے بھیجا گیا۔ بعد نماز ظہر کھانے کا وقفہ ہوا۔ اس کے بعد دوروزہ کو بہتر بنانے کے لیے مشورے کیے گئے۔ بعد نماز عصر رفقاء نے مغرب کے بعد کے درس قرآن کے لیے گھر گھر جا کر دعوت دی۔

بعد نماز مغرب جناب خالد محمود عباسی نے فتنہ انکار حدیث کے موضوع پر درس قرآن دیا۔ کھانے اور نماز عشاء پر اس دوروزہ کا اختتام ہوا۔ اس دوروزہ میں کل 30 رفقاء نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اقامت دین کی جدوجہد کے لیے قبول فرمائے۔ آمین!

(رپورٹ: شاہد ضیاء)

[illegible]

امیر حلقہ نے مقامی امراء کے مشورہ سے یہ طے کیا ہوا ہے کہ حلقہ لاہور کی سطح پر نئے شامل ہونے والے رفقاء سے امیر حلقہ کے تعارف کا پروگرام ہر ماہ ہوا کرے گا۔ ماہ فروری 2006ء کا یہ پروگرام 19 فروری بروز اتوار صبح دس بجے قرآن اکیڈمی لاہور کے خواتین ہال میں منعقد ہوا۔ پروگرام کے آغاز میں امیر حلقہ نے تعارفی کلمات کہے۔ اس کے بعد رفقاء نے نام، تعلیم، پیشہ، رہائش، تنظیم میں کب شامل ہوئے اور تعارف کیسے ہوا کے حوالے سے اپنا تعارف کرایا۔ یہ پروگرام تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ رفقاء کے تعارف کا یہ پروگرام خاصا ولولہ انگیز رہا۔ بہت سے رفقاء نے اپنی ذہنی سفر کا حال بیان کیا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے تنظیم اسلامی کے Logo اور جھنڈے کا تعارف کرایا۔ سورۃ الحدید کی آیت نمبر 25 کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے امیر حلقہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رسولوں کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگ عدل وقسط پر قائم ہو جائیں۔ یہاں لفظ مساوات نہیں آیا بلکہ قسط آیا ہے جس کا مطلب Proportionate ہے یعنی جس کو جتنی ضرورت ہو اس کو اس کے حساب سے دینا۔ یاد رہے کہ یہی وہ عادلانہ نظام تھا کہ جس میں لوگ زکوٰۃ دینے کے لیے نکلتے تھے لیکن لینے والے بہت کم تھے۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے ملٹی میڈیا کی مدد سے رجسٹریشن نمبر، حلقہ لاہور کی تنظیم کی حد بندی اور ان کے امراء کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد مرکزی ٹیم اور حلقہ جات کا تعارف ہوا۔ نیز مشاورت کے مختلف فورم کا بھی تعارف کرایا گیا اور بتایا کہ تنظیم اسلامی میں مشاورت کس کس سطح پر اور کیسے کی جاتی ہے۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے ذاتی احتسابی یادداشت پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ انہوں نے بتایا یہ ہماری روحانی/تنظیمی تمام کارروائیوں کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کے بعد سوال و جواب کا موقع دیا گیا۔ نماز ظہر کے بعد یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: محمد یونس)

[illegible]

مورخہ 19 فروری 2006ء بروز اتوار مقامی امیر تنظیم اسلامی سرگودھا ڈاکٹر شیخ رفیع الدین صاحب کے گھر خواتین کا ماہانہ درسِ قرآن ہوا۔ درسِ قرآن اخت عبدالخالق نے سورۃ فاطر کے رکوع نمبر 2 کا دیا۔ سینئر رفیقہ تنظیم مس جمشید نے ''نیکی کی حقیقت'' پر خطاب فرمایا۔ اس میں 40 کے قریب خواتین نے شرکت کی۔ خواتین نے 2 گھنٹے پر مشتمل اس پروگرام کو بہت سراہا۔ مس جمشید صاحبہ نے خواتین کو پنجگانہ نماز اور تلاوت قرآن حکیم کی تاکید کی۔ یہ پروگرام ہر ماہ کے تیسرے اتوار شام چار بجے ہوتا ہے۔ اس پروگرام کے اختتام پر خواتین کی چائے سے تواضع کی گئی۔

(رپورٹ: اہلیہ ڈاکٹر رفیع الدین)

[illegible]

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی و دعوتی پروگرام 26 فروری 2006ء دفتر تنظیم اسلامی ایبٹ آباد میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز صبح 9 بجے ناظم تربیت عبدالرحمٰن کے ابتدائی کلمات سے ہوا۔ اس کے بعد ذوالفقار علی نے درس حدیث دیا۔ بعدازاں مطالعہ حدیث کا پروگرام ہوا جسے عبدالرحمٰن نے Conduct کیا۔ پھر نذیر احمد نے سورۃ ہود کی ابتدائی آیات کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے بندگی کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کی اہمیت کو رفقاء پر واضح کیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے ''حقیقت دین'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ پھر راقم نے مسنون دعاؤں کا مذاکرہ کروایا۔ طعام کے وقفہ کے بعد رفقاء قریبی گاؤں بانڈہ تھجیاں گئے جہاں بعد نماز ظہر جامع مسجد میں درس قرآن کا پروگرام ہوا۔ یہاں کے مقامی رفیق طاہر کی محنت سے لوگوں نے دلجمعی سے درس سُنا۔ یہ سعادت محمد ہارون قریشی نے حاصل کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ پورے دین پر عمل کر کے ہی نجات ممکن ہے۔ اس کے بعد ''فرائض دینی'' کے موضوع پر ہر رفیق نے پانچ منٹ بات کی۔ پھر رفقاء کو 3 گروہوں میں تقسیم کیا گیا اور بعد عصر درس کے لیے دعوت دی گئی۔ بعد نماز عصر مسجد الہدیٰ میں راقم نے ''عبادت رب'' کے موضوع پر سورۃ البقرۃ کی آیات 21،22 کے حوالے سے درس دیا۔ تقریباً 15 رفقاء و احباب نے درس سنا۔ درس کے بعد برادرم ثاقب نے رفقاء کی چائے سے تواضع کی۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی یہ محنت اپنے دربار میں قبول و منظور فرمائے (آمین)۔

(مرتب: اسد قیوم)

دعائے صحت

☆ رفیق تنظیم اسلامی گلستان جوہر محمد عبدالنعیم علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین! قارئین ندائے خلافت سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

☆ حلقہ سندھ زیریں کے رفیق تنظیم سید اظہر ریاض کے خالو وفات پا گئے ہیں۔
☆ حلقہ پنجاب شمالی کے سابق ناظم مالیات سید حبیب حسین شاہ وفات پا گئے ہیں۔
☆ راولپنڈی شرقی کے سروڈیفنس کالونی کے نقیب شیخ امتیاز کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائیں۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

''دین میں جبر نہیں'' سے کیا مراد ہے؟ خاوند کی اطاعت کی شرعی حدود کیا ہیں؟

کیا بسنت غیر اسلامی تہوار ہے؟

بنک کی ملازمت کی شرعی حیثیت کی وضاحت کیجیے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: کہا جاتا ہے کہ عمرہ کرنے والے پر حج فرض ہو جاتا ہے لیکن اگر ایک آدمی کے پاس عمرے کے لیے رقم موجود ہو اور حج کے فرض ہو جانے کے ڈر سے نہ کرے' اسے کیا کرنا چاہیے؟ (محمد الطاف)

ج: یہ کہنا غلط ہے کہ عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے لیکن جس شخص کے پاس عمرے کی رقم اکٹھی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ انتظار کرے کہ اس کے پاس اتنے پیسے جمع ہو جائیں کہ حج کر سکے۔ کیونکہ عمرہ نفل ہے، حج فرض ہے۔ فرض کے لیے تیاری کرے۔ البتہ ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ کوئی شخص کسی سرکاری دورے پر بھیجا جا رہا ہے اور وہ اپنا ٹکٹ ایسا بنوالیتا ہے کہ راستے میں سعودی عرب یہ گیا اور عمرہ کر لیا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

س: برائے مہربانی قرآن خوانی کا مسنون طریقہ بتائیں؟ (ڈاکٹر ارشاد مقبول)

ج: قرآن خوانی سے اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ لوگ جمع ہو کر ایصال ثواب یا حصول ثواب کے لیے قرآن پڑھیں تو یہ سرے سے ہی بدعت ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ رسم ہے جو ہم نے ایجاد کر لی ہے۔ قرآن پڑھنا ہے، تو اپنے طور پر پڑھیں۔ مسنون یہی ہے کہ خود قرآن پڑھا جائے۔

س: بسنت کے تہوار کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ گستاخ رسول حقیقت رائے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ اس بارے میں جس کتاب کا حوالہ دیا جا رہا ہے وہ ایک سکھ نے لکھی ہے جس کی گارنٹی نہیں ہے؟ (محمد زید)

ج: بعض دوسری کتابوں میں بھی حقیقت رائے کے واقعہ کا ذکر ملتا ہے۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ بسنت غیر اسلامی تہوار ہے' علاوہ ازیں اس میں انسانی جانوں کا بھی ضیاع ہے جیسا کہ آئے روز ہم اخبارات میں پڑھتے ہیں۔ لہٰذا اس کو ہر صورت ترک کر دینا چاہیے۔

س: کیا اسلام میں کسی غیر مسلم عورت سے شادی کی اجازت ہے؟ (عبداللہ فاضل)

ج: اسلام کی رو سے مسلمان مرد صرف اہل کتاب یعنی عیسائی یا یہودی عورت سے شادی کر سکتا ہے۔ ایسا کرنا جائز ہے' اگرچہ آج کل کی مصلحت اسی میں ہے کہ ان سے شادی نہ کی جائے۔ عیسائی یا یہودی عورت کے علاوہ کسی بھی غیر مسلم عورت سے شادی کی اجازت نہیں۔

س: (لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ) کی وضاحت فرمائیں۔ (حافظ فیاض)

ج: ''لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ'' سے مراد یہ ہے کہ کسی غیر مسلم عیسائی' یہودی یا ہندو وغیرہ کو اپنا مذہب تبدیل کر کے اسلام اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' بلکہ انفرادی سطح پر ہر شخص کو مذہبی آزادی ہوگی۔ ہاں مسلمان فرد کو اسلام پر عمل کرنے کا پابند بنایا جائے گا' اُس سے نماز کی پابندی کرائی جائے گی' زکوٰۃ زبردستی بھی وصول کی جائے گی۔

غیر مسلموں کو اسلام کی عطا کردہ مذہبی آزادی اپنی جگہ لیکن اجتماعی نظام میں باطل کی بالادستی ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔ اگر مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی تو وہ کسی بھی صورت غیر اسلامی نظام باقی نہیں رہنے دیں گے۔ حیات اجتماعیہ میں اللہ کے دین اور شریعت ہی کو بالادستی حاصل ہوگی۔

س: کیا بینک کی ملازمت جائز ہے؟ (محمد ندیم)

ج: بینک کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی بنیاد سود ہے۔ بنک ویسے اپنی تجارت بھی کرتا ہے' انوسٹمنٹ بھی کرتا ہے' ایڈیشنل activity بھی ہے لیکن بینکاری نظام کی بنیاد سود پر استوار ہے۔ بنک کم شرح سود پر لوگوں سے قرض لے کر کیپٹل Develop کرتا ہے اور زیادہ شرح سود پر قرض دیتا ہے۔ اس کا Differance اس کی آمدنی ہے۔ اس لحاظ سے بنک ایک سودی ادارہ ہے۔ لہٰذا اس کی ملازمت درست نہیں۔ اگرچہ سود سے بالکل پاک تو کوئی بھی ادارہ نہیں ہے۔ آپ کسی مل میں کام کرتے ہیں وہاں پر بھی بینک سے پیسہ لیا ہوتا ہے' انوسٹمنٹ ہوتی ہے' قرضے لیے ہوتے ہیں' لیکن یہ کہ بینک چونکہ کام ہی سود پر کر رہا ہے' لہٰذا اس کی ملازمت سے بہر حال بچنا چاہیے۔

س: یہودی قوم اگر اتنی ہوشیار ہے' کہ انہوں نے عیسائی مذہب میں پروٹسٹنٹ فرقہ کے قیام میں مدد کر کے اور سودی سسٹم رائج کر کے یورپ اور امریکہ کی اقتصادیات پر قابو پالیا اور مسلمانوں میں شیعہ سنی کا تفرقہ کھڑا کیا' تو کیا سروائیول آف دی فٹسٹ کے اصول کے تحت وہی Survival کے حقدار نہیں ہیں؟ (ضیاء الدین)

ج: اس حد تک تو بات صحیح ہے کہ تاریخ انسانی میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں ہے جس پر اتنے بُرے دن کئی مرتبہ آئے ہوں جتنے یہودیوں پر آئے ہیں اور وہ پھر بھی Survive کر گئی ہو۔ بخت نصر نے انہیں ایسے برباد کیا تھا کہ کوئی اور قوم ہوتی تو ہرگز اٹھ نہیں سکتی تھی۔ لیکن دو سو برس کے اندر یہودی دوبارہ کھڑے ہو گئے۔ جرمنوں نے بڑی تعداد میں یہودی قتل کئے۔ اور آج وہ اس پوزیشن میں ہیں کہ جرمن حکومت سے تاوان وصول کر رہے ہیں۔ لیکن دینی اعتبار سے یہ مغضوب قوم ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل نے انبیاء کو قتل کیا' اپنے تئیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا' حضور ﷺ کا انکار کیا۔ لہٰذا یہ قوم اللہ کے عذاب کی مستحق ہو چکی ہے۔ اگر آج یہ دنیا میں موجود ہیں تو میرے خیال میں یہ اس لیے ہیں کہ امت مسلمہ کا جو اصل نیوکلیس ہے یعنی عالم عرب' اس پر اللہ کا عذاب ان کے ہاتھوں آئے گا۔ اس کے بعد یہودیوں کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

س: خاوند کی اطاعت کی شرعی حدود کیا ہیں؟ (راضیہ)

ج: انتظامی اور شرعی امور میں عورت کے لیے خاوند کی اطاعت واجب ہے جب کہ غیر شرعی امور میں عورت کے لیے خاوند کی اطاعت نہ کرنا واجب ہے۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں مخلوق میں سے کسی کی بھی اطاعت جائز نہیں ہے۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

بوسنیا میں نسل کشی کا مقدمہ شروع

عالمی عدالت انصاف نے اپنی نوعیت کے پہلے مقدمے کی سماعت کا آغاز کر دیا ہے۔ بوسنیا کی حکومت نے یہ مقدمہ سربیا پر دائر کیا ہے اور الزام لگایا ہے کہ اس نے 1992ء تا 1995ء بوسنیا پر فوج کشی کر کے وہاں مسلمانوں کا قتل عام کیا اور پورے علاقے کو جنگ کے شعلوں کی نذر کر دیا۔ ہیگ میں قائم عالمی عدالت انصاف میں پہلی بار کسی ملک نے دوسرے ملک پر مقدمہ دائر کیا ہے۔

بوسنیا حکومت نے اپنی درخواست میں کہا ہے کہ ”1992ء میں سربوں نے سونامی کی شکل میں ہمارے ملک پر حملہ کیا اور ہر طرف تباہی پھیلا دی۔ اس زمانے میں ہر طرف لاشیں، ٹوٹے پھوٹے گھر اور مساجد نظر آتی ہیں۔ مسلمانوں سے جینے کا آسرا چھین لیا گیا اور ان کا مستقبل تباہ ہو گیا۔“

یہ مقدمہ 9 مئی تک چلے گا۔ یاد رہے کہ عالمی عدالت انصاف دوسری جنگ عظیم کے بعد قائم کی گئی تھی تاکہ دو ممالک کے مابین تصفیہ کرا سکے۔ سربوں نے 1992ء تا 1995ء کم از کم ایک لاکھ بوسنیائی مسلمانوں اور کروشیائی باشندوں کو مار ڈالا تھا۔ اگر بوسنیا یہ مقدمہ جیت گیا، تو سربیا کو اسے اربوں ڈالر ادا کرنے ہوں گے۔ مقدمہ کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ بوسنیائی حکومت نے سربیا پر مسلمانوں کی نسل کشی کرنے کا الزام لگایا ہے۔ دوسری طرف اقوام متحدہ کا قائم کردہ ”وار کرائمز ٹریبونل“ تسلیم کرے گا کہ سربرینکا (مشرقی بوسنیا) میں آٹھ ہزار مسلمانوں کا قتل نسل کشی تھا۔

افغانستان میں نیٹو کی موجودگی

آج کل افغانستان میں طالبان نے پھر زور پکڑ لیا ہے اور وہ مخالفین کے خلاف خودکش حملے بھی کرنے لگے ہیں۔ امریکہ اور نیٹو چار برس سے افغانستان میں ہیں تاہم وہ طالبان کی مزاحمت ختم نہیں کر سکے فی الوقت امریکی فوج مشرقی افغانستان میں ”آپریشن اینڈیورنگ فریڈم“ کے تحت طالبان اور القاعدہ کے خلاف مصروف عمل ہے۔ نیٹو نے دارالحکومت کابل نیز شمالی اور مغربی افغانستان کا انتظام سنبھالا ہوا ہے۔ چند ماہ میں برطانیہ کے 3300 فوجی افغانستان پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد نیٹو فوج جنوبی افغانستان کی طرف بڑھے گی۔ اس طرح غیر ملکی افواج پورے افغانستان کو اپنے دائرہ کار میں لے آئیں گی۔

اس وقت افغانستان میں نیٹو کے نو ہزار فوجی موجود ہیں۔ چند ماہ بعد ان کی تعداد پندرہ ہزار ہو جائے گی۔ اس وقت نیٹو کے تمام رکن ممالک (26) کے فوجی یا نمائندے افغانستان میں اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ نیٹو کی سرگرمیوں سے لگتا ہے کہ وہ برسوں تک افغانستان میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھے گا۔ نیٹو فوج کے کمانڈروں کا کہنا ہے کہ وہ طالبان، جنگی سرداروں، منشیات کے تاجروں اور القاعدہ کے خلاف مصروف عمل ہیں۔ تاہم آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ ان کے حقیقی عزائم کیا ہیں۔ مثلاً کہیں وہ اپنی موجودگی سے چین اور روس کو دق تو نہیں کرنا چاہتے؟

امریکا کا دوھرا معیار

امریکی حکومت نے بدنام زمانہ گوانتانامو بے جیل خانے میں قیدیوں کے ناموں کی فہرست جزوی طور پر جاری کر دی ہے۔ امریکی حکومت پر شدید دباؤ ہے کہ وہ یہ غیر انسانی جیل خانہ بند کر دے لیکن وہ یہ امر تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔ حقیقت میں یہ خوفناک قید خانہ قائم کر کے امریکا نے انسانی حقوق کے ڈیکلریشن کی دھجیاں اڑا دی ہیں جس پر اس نے اقوام متحدہ میں 10 ستمبر 1948ء کو دستخط کیے تھے۔ اس میں واضح لکھا ہے کہ:

”کسی (ملک) کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ کسی انسان پر تشدد یا اس کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرے۔“ آرٹیکل 9 میں لکھا ہے وہ کوئی ملک کسی شخص کو غیر قانونی قید نہیں کر سکتا۔“

ایک طرف تو امریکی یہ الزام لگا رہے ہیں کہ ایران کا ایٹمی منصوبہ انسانیت کے لیے تباہ کن ہے، دوسری طرف وہ گوانتانامو بے میں قید پانچ سو قیدیوں کے حقوق کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ امریکیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ حقوق انسانی اور جمہوریت کے چیمپین ہیں، اس کے باوجود وہ غریب اور کمزور اقوام کو ان کے حقوق دینے سے عاری ہے۔ یہ دوہرا معیار نہیں تو اور کیا ہے؟

فلسطین کی صورت حال

پہلی اچھی خبر ہے کہ روس نے فلسطین کے وزیراعظم اسماعیل ہنیہ کو ملاقات کے لیے بلایا ہے۔ روس اب بھی دنیا کا بڑا اہم ملک ہے اور اس نے حماس کے رہنما کو بلا کر یقیناً امریکا، اسرائیل اور یورپی یونین کی پیشانی پر شکنیں پیدا کر دی ہیں۔ تاہم حماس پر روس نے بھی یہ دباؤ ڈالا ہے کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کر لیں۔ تنظیم فی الحال یہ اقدام اٹھانے سے انکاری ہے۔

دوسری اچھی خبر یہ ہے کہ یورپی یونین نے فلسطین اتھارٹی کو امداد جاری کر دی ہے تاکہ وہ مالیاتی مسائل سے دوچار نہ ہو۔ یونین نے جس پیکج کا اعلان کیا ہے، اس کے مطابق 40 ملین یورو انرجی بل ادا کرنے کے لیے دیئے گئے ہیں، 64 ملین یورو اقوام متحدہ کے توسط سے فلسطینی مہاجروں کو ملیں گے۔ اتھارٹی کو صرف 17.5 ملین یورو ملیں گے تاکہ وہ اپنے ملازمین کی تنخواہیں ادا کر سکے۔ جب سے حماس برسر اقتدار آئی ہے، اسرائیل، یورپی یونین اور امریکا نے اتھارٹی کو دی جانے والی امداد روک دی ہے۔ یونین نے درج بالا امداد بھی اسی وقت جاری کی جب اتھارٹی کے دیوالیہ ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

اسرائیل نے اڑتیس سال بعد پچھلے سال غزہ سے اپنا قبضہ ختم کر دیا تھا لیکن علاقے میں آنے اور جانے والے تمام راستوں پر اسی کا کنٹرول ہے۔ یہی وجہ ہے جب سے حماس کو انتخابات میں کامیابی ملی ہے، وہ سیکورٹی کے بہانے یہ راستے بند کرنے لگا ہے۔ یوں غزہ تک کھانے پینے کی اشیاء پہنچانا مشکل ہو گیا ہے۔ غزہ میں اقوام متحدہ کے نمائندے نے دنیا کو خبردار کیا ہے کہ اگر دو تین دن کے اندر اسرائیل نے راستے نہ کھولے، تو غزہ میں گندم کی شدید قلت پیدا ہو جائے گی جس سے فلسطینیوں کی اکثریت اپنا پیٹ بھرتی ہے۔ راستوں کی ناکابندی اسرائیل کا ایک اور ظلم ہے لیکن حسب دستور عالمی طاقتوں نے اس طرف سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور انہیں صرف مسلمان ہی دہشت گرد نظر آ رہے ہیں۔

ابراہیم جعفری کی مخالفت

پچھلے ماہ عراقی انتخابات جیتنے والی شیعہ جماعت، یونائیٹڈ عراقی الائنس نے عراقی وزیراعظم ابراہیم جعفری کو ان کے عہدے پر برقرار رکھا تھا تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ انہیں صرف ایک ووٹ کی اکثریت حاصل ہوئی تھی۔ اب عراقی پارلیمنٹ میں سنی اور کرد سیاسی جماعت نے موصوف کو وزیراعظم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ شیعہ الائنس سب سے بڑی جماعت ہونے کے ناتے وزیراعظم کا نام دینے کا مجاز ہے تاہم ضروری ہے کہ تین رکنی صدارتی کونسل اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کرے۔ اس کونسل کا تقرر دو تہائی اکثریت سے عراقی پارلیمنٹ نے کرنا ہے، جس کا اجلاس آئندہ چند روز میں ہو گا۔

عراقی آئین کے مطابق وزیراعظم کو چاہیے کہ وہ 30 روز کے اندر اندر اپنی کابینہ بنا لے۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے، تو اس کی جگہ دوسرے کسی شخص کا تقرر کیا جائے گا۔ ابراہیم جعفری پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں اور انہیں عراق میں اچھی خاصی تنقید کا سامنا ہے۔ کرد اور سنی ان کی مخالفت میں پیش پیش ہیں جو پارلیمنٹ میں بالترتیب 53 اور 44 سیٹیں رکھتے ہیں۔ دونوں گروپوں کا کہنا ہے کہ جعفری نااہل اور ناتجربے کار ہیں اور بحیثیت وزیراعظم ان کی کارکردگی اچھی نہیں رہی۔

کرد عراقی صدر، جلال طالبانی نے بھی ابراہیم جعفری پر زور دیا ہے کہ وہ مستعفی ہو جائیں تاکہ سب سیاسی جماعتیں مل کر ایک قومی حکومت بنا سکیں۔ صدر کا کہنا ہے کہ اسی طرح عراق میں جاری خانہ جنگی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

phase of society, the order of things in which disregard of right is habitual and accepted, inevitably deteriorates and perishes. Rene Guenon (Crisis of the modern world) predicts that those who unchain the brute forces of matter will perish, crushed by these very forces, of which they will no longer be masters.

Man was not meant to become a glorified beast. The cure for this malady lies in turning back to God by adopting the absolute values. The masses too are not quite blameless as they allow themselves to be misled. It is their duty to pull up their leaders when they go wrong. On the day of judgment the followers and the leaders will hurl accusations at each other when they see their doom. The followers, while admitting that they had obeyed them of their own accord, will plead that they had been taken in by their specious arguments and plausible reasoning (34:32, 33). This sounds very familiar in our present day scenario? Backward nations also eagerly follow advanced nations as their leader. When disaster befalls them both; they will blame each other.

'Every time a nation entereth Hell, it curseth its sister nations (that went before them), until they follow one another; the latter of them shall say of the former of them' Our Rabb these led us astray so give them double torment of the fire (7:38). How ephemeral is glory is shown by the ruins of the great cities of the past. They are but a tourist attraction now.

We are exhorted to study history and avoid the path which led others to ruin. The Quran also tells us to roam the world and carefully observe the life of contemporary nations. We will see that knowledge, power and wealth cannot save a nation when it pursues false values. Destiny lies in our own hands. If we live in harmony with the eternal moral order and pursue the Divine permanent values, an unlimited vista of progress lies before us. On the other hand if we defy these values, we will bring disaster and ruin to ourselves. We cannot stop the tide of history. The Quranic social order which assures a peaceful, prosperous and glorious life to mankind has not been established in the world, not even in any Muslim state. This order is neither a utopia nor unworkable. The Divine course, once adopted so successfully by Prophet Muhammad, is still there and can be taken up by any nation that wishes to reach human destination safely and surely.

(Courtesy: Daily Dawn)

❋ ❋ ❋

اهم اطلاع

ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' لاہور کا

''استقلال پاکستان نمبر''

جوترتیب وتدوین کے آخری مراحل میں ہے' یومِ پاکستان کے موقع پر شائع ہورہا ہے (ان شاءاللہ)

زیرِ ادارت: **سید قاسم محمود**

اس خصوصی اشاعت میں

حصولِ آزادی سے لے کر 2005ء تک آئین سازی' سیاسی حکومتیں' پے در پے مارشل لاء کا نفاذ' اقتصادیات' خارجہ پالیسی' غرض زندگی کے ہر شعبے میں پاکستان کی کامیابیوں اور ناکامیوں کی تاریخ......اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ۔

مشتہرین اپنے اشتہارات کے لیے رابطہ کریں اور ایجنٹ حضرات فوری طور پر اپنے آرڈرز سے مطلع فرمائیں۔

ہفت روزہ ندائے خلافت 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون:03-5869501

E.mail publications@tanzeem.org

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پُرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے اور روشن کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

❋❋ ضرورت رشتہ ❋❋

☆ بیٹی عمر 24 سال' قد 3-5' باپردہ' ایم اے انگلش کے لیے تعلیم یافتہ' برسرروزگار' دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 03338173019 055-4001695

☆ تعلیم یافتہ زمیندار فیملی کی گریجوایٹ بچی' عمر 24 سال کے لیے تعلیم یافتہ' برسرروزگار' دینی رجحان کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: عبدالخالق راجپوت بھٹی فون: 0321-4300173 7553496

☆ لاہور میں مقیم شیخ فیملی' اردو سپیکنگ کو بیٹی عمر 24 سال' تعلیم MBA کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 042-5183310

☆ جورجیہ (امریکہ) میں مقیم بیٹا' عمر 26 سال کے لیے امریکہ میں مقیم دیندار گھرانے سے رشتہ درکار ہے' لڑکی قرآن وسنت پر عمل کرنے والی' تعلیم یافتہ ہونی چاہیے۔ برائے رابطہ ای میل: ommay-ubd@yahoo.com

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 10

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Prof Mohammed Rafi

History in Quran's Light

HISTORY is a record of the rise and fall of nations. Through it we realize facts about nations that flourished, the goals they pursued and above all the values around which their culture and society was organized. It can help us assess values and solve our own problems. We can avoid the steps taken by those nations which led to their calamitous end. For a better future we cannot escape from the study of history. The Quran exhorts us to go round the world and see for ourselves the fate of those who defied God by ignoring His laws. The source of worldly power i.e. wealth and military strength, could not save them. In the future, history will judge us too. The prognosis is within our grasp.

The Quran is not a book of history. It first states laws that govern the fate of nations and then cites examples frcm history to illustrate those laws. Those who believe in the Divine Revelation get a deep insight into the nature of the life process. The Quran says, 'Have they not travelled in the land to see the nature of the consequence for those before them? They were more numerous than them and mightier in power. But all they used to earn availed them not. And when the Messengers brought them clear proofs of the consequences of their doings, they exulted in the knowledge they themselves possessed. And that which they were wont to mock befell them (40:82-83). These nations were extremely powerful, rich and influential, but when they defied the moral code, their efforts to ward off fate were of no avail. They decayed and finally dwindled away. Their fall could not be attributed to ignorance as the Messengers (Anbia) warned them time and again. They refused to mend their ways and ignored the warnings. The Divine laws have limits and whosoever crosses them must face the destructive consequences. Remorse and repentance could not save them when their final fall was in sight. In the Divine system of laws there are possibilities of change and recovery. Beyond those limits the result is imminent.

The Divine laws demand that justice should be done and the dignity of man should be respected at all costs. Any nation disregarding this value usually exploits other nations and human beings. Such nations are definitely doomed. The consequences may be delayed, but they are inevitable. Allah has created the heavens and earth so that His law of Requital may be set in motion (45:22).

This law measured accordingly to a definite pattern called Divine laws (33:39) or the 'Habit of God' knows no change. It has operated in the past and will operate in the future as well (33:62).

The Quran views the historical process as a manifestation of the evolutionary process in which the participants are free individuals with foresight which can only take developing steps in the light of Divine directives. The resultant social order is the ultimate goal.

Ibn-i-Khaldun viewed history as a cycle. He reached this conclusion by looking back on the rise and fall of nations. He believed that human society is an eternal up-and-down movement. It develops and completes itself not into something higher and better, but into something different which comprises the old and the new at the same time. This development is purposeful and not merely a part of a movement as Hegel and Marx believed.

Some thinkers believe that the rise and fall of nations depends upon devotion and commitment of the people to their ideal purpose and how hard they work for it. The role of education, tolerance, knowledge and social values is also an important factor. Endurance does not mean meekness, haplessness or weakness, as is generally understood. Endurance in the Quranic sense means resistance, firmness, determination and the will to face troubles in living up to one's ideals. Only those survive who benefit the whole humanity is another message of the Quran.

History proceeds in line with the fixed moral principles: The effects of a particular way of life may not be obvious for years. Nations are usually deluded by a false sense of security. If they do not mend their ways, they are doomed and 'God shall lead them on to destruction by steps they perceive not' (68:44). At times history plays the role of Changez and Halako, as the universal Divine order has no use for nations which merely impede the progress of humanity and are incapable of developing the power to ensure their own security.

Such nations drop out of the procession of mankind and the disappearance is not even noticeable. "And the heaven and the earth wept not for them, nor were they reprieved (44:29). If a nation retraces its path and reforms itself before reaching the point of no return, it is saved. This respite is called 'ajal' in the Quran. 'For every nation there is an 'ajal' (7:34) and for every 'ajal' there is a law (13:38). The limit, beyond which a nation cannot pass, without being irretrievably lost, is determined by the Divine law.

If a nation suffers, it has brought the suffering on itself. "He who has to perish" says the Quran perishes by a clear proof and he who has to survive, survives by a clear proof (8:42) 'God does not do injustice to anyone. It is the people who do injustice to themselves (11:101) 'why should God punish you if you are grateful? (4:147). The Quran points out that a nation begins to decline when it pursues wealth and hoards it instead of spending on the needy. Such nations are supplanted by another nation carrying more weight in the balance of humanity and (47:38). 'It is better than its predecessor' (70:4).

A nation which relies on brute force ultimately fails. The rivalries of political and religious factions and the mounting discontent of the people also bring about the downfall of an unjust society. (6:65) This is a situation Pakistan is facing today. Prophet Muhammad (pbuh) once said that the kingdom of disbelieves may last, but not the kingdom of tyranny.

In the Quran we read about the misguided leaders and rulers of the past like Pharaoh (political power), Haman (Religious hierarchy) and Qaroon (Economic control). They paid the price for disregarding the universal moral order. The Quran also cites the example of Aad and Thamud; both were rich and powerful nations, highly intelligent and keen observers (29:38); but their scales of values were wrong.

The Quran points out that it is the duty of intellectuals and thinkers to discover the right path and ask people to follow it. And verily we had empowered them with that wherewith We have not empowered you and had assigned them ears and mind, but their eyes and mind availed them naught since they rejected the laws revealed by Allah and what they use to mock befell them (46:26).

According to Briffault (Making of humanity) what really happens is that the